لیکچر

اس امر پر کہ حضرت اقدس امام زمان مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے
کیا اصلاح اور تجدید کی

جو

جناب مولانا مولوی عبد الکریم صاحب
سیالکوٹی نے ایک مجمع عام میں

۱۳ ماہ نومبر

سنہ ۱۸۹۸ء

کو دیا

سنہ ۱۳۱۶ ہجری

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلّی

حضرت امام زمان مسیح موعود علیہ السلام کی اصلاح و تجدید کوئی چھوٹا سا مضمون نہیں۔ کہ سویا دو سو صفحہ میں سماجائے۔ پھر ان (سو) صفحوں میں جو معمولی قلم سے لکھے گئے ہیں کسقدر حقائق کی توقع ہوسکتی ہے۔ اصل میں میرا ارادہ مسلسل لکچروں کا تھا اور یوں بتدریج بعض ضروری اور نازک پہلوؤں پر تجدید کے بحث کرتا مگر مشیت ایزدی سے بات کسی دوسرے وقت پر جا پڑی۔ یہ بھی جتنا کچھ ہے خدا کی قدرت کا ظہور اور ہمارے مسیح علیہ السلام کی برکت دعا کا نتیجہ ہے۔ میرے اسوقت کے حاضرین احباب جانتے ہیں کہ میں سخت نزلہ میں مبتلا تھا۔ بخار پوری طاقت سے میرے اعضاء و مفاصل سے دست و گریبان ہو رہا تھا۔ سر صعود بخارات سے مثل انگیٹھی کے تپ رہا تھا با این ہمہ پورے اڑھائی گھنٹے بولتا رہا۔ اور یہ لیکچر بلا کم و بیش اسی طرف زبان کا مظروف ہی۔ معمولاً اس لیکچر کے میدان تحریر میں بھی ہمارے مشہور سبّاق مولوی محمد فیروزالدین صاحب فیروز ڈسکوی کا اشہب قلم ہی اکیلا جولاں دکھاتا رہا۔ اگر خدا نے اسے قبول فرمایا اور سعید روحیں اس سے مستفید ہوئیں تو بڑا حصہ ثواب کا انشاء اللہ مولوی صاحب موصوف کے نامہ اعمال میں ثبت ہوگا پھر میں تو اس کے بعد ہی قادیان شریف چلا آیا۔ اسکی کتر بیونت ترتیب ترکیب اہتمام مولوی صاحب ہی کے ذمہ پڑا۔ خدا کا شکر ہے کہ مولوی صاحب حسب وعدہ اسکی ترتیب و طبع سے عہدہ برآ ہوے اور خوب ہوے۔

مجھے اسکی نسبت اتنا کہنا بڑی بڑی نظروں اور تقریظوں کے قائمقام معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسے پڑھا اور ۲۶ فروری کو مسجد مبارک میں احباب سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے سب دوست اسے ضرور پڑھیں۔ اس لئے کہ اسمیں بہت سی نکات لطیفہ ہیں۔ اور یہ نمونہ ہے ایک شخص کی قوت تقریر کا اور اسی منوال پر مخصوصاً ہماری جماعت کو مشق بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

بہرحال خدائے شاکر علیم کے مظہر کی شاکر فطرت کا یہ جوش ہے اور یہ خاصہ اسی برگزیدہ قوم کا ہوگیا یہ لوگ نکتہ نواز ہوتے ہیں اور خفیف سی کسی کی سعی کو بھی ہلکی نگاہ سے نہیں دیکھتے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاہ۔ کپٹ۔ چڑ سے ان کے دل پاک صاف ہوتے ہیں جو بت دق کیطرح اکثر ابنائے دنیا کے شامل حال ہے۔ ورنہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ دعوت اصلاحی کا ایک پہلو بھی پورے طور پر میں بیان نہیں کرسکا بہت بڑے شقوق تھے۔ دعا۔ وحی۔ الہام۔ رویا۔ وجود ملائکہ۔ قرآن کریم کی لفظی و معنوی بے نظیری اور منجانب اللہ ہونیکے دلائل۔ دہریوں۔ برہموؤں۔ نصرانیوں۔ آریوں۔ سکھوں۔ جینیوں۔ کے ابطال کے لئے کارگر حربے۔ شیعوں کے رد میں عجیب غیر مسبوق اصول۔ اہل اللہ اور اغیار کی شناخت کے لئے مضبوط معیار۔ ان امور کے متعلق بڑی بھاری اصلاحیں اور تجدیدیں حضرت امام زمان (علیہ صلوات الرحمن) نے کیں۔ اور زمانہ کو ان خطرناک غلطیوں پر متنبہ کیا جنمیں وہ مبتلا تھی۔ میرا ارادہ اور فرض تھا کہ ان مضامین پر پوری بحث کرتا جب اپنے آپ کو اس فرض سے سبکدوش سمجھتا۔ مگر نہ ہوسکا۔ اب میرا ارادہ ہے اور اگر خدائے چاہا تو مصمم ارادہ ہے کہ سورہ یوسف کی تفسیر میں انہیں بعض امور پر جیسے وحی الہام رویا اور دعا اور قرآن کریم کا لفظاً و معنیً بے نظیر معجزہ ہونا بحث کروں مذہب حق اور آسمانی سلسلے اور کتاب حق کے لئے مخصوص زیور اور مایہ نازہی امور ہیں اور یہی خصوصیات ہیں جنکی وجہ سے اسلام کو اور مسلمانوں کو دوسرے مذاہب اور دوسری قوموں پر قیامت تک شرف و فضیلت حاصل ہے اور اگر یہی نہ ہوں تو دوسرے خشک اور بیجان مذہبوں میں اور اسمیں کوئی مابہ الامتیاز نہیں۔

سید احمد خان صاحب نے (خدا تعالی انکو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے) جو کچھہ دعا اور وحی اور الہام و رویا اور حقیقت کتاب اللہ کے متعلق لکھا ہے بالکل سطحی اور یورپ کے خشک فلسفیوں کے نقش قدم کی پیروی یا اُنھی کی تالیفات کے باللفظ ترجمے ہیں۔ انھوں نے اُن منہ زور مٹیریلسٹوں اور فلسفیوں کے تیرباراں سے ڈرکر اپنی اُن بھوسں کی ٹٹیوں میں پناہ تولے لی۔ مگر انکی ان تحقیقات کا نتیجہ سخت قابل افسوس ہوا۔ ان انکاروں یا تحریفوں یا تاویلوں کی وجہ سے انکی اور اُن کے انفاس کی قدر

کرنے والوں کے پاک تعلقات خدا تعالیٰ سے نہ رہے اور اتباع کی توفیق اس گروہ سے چھن گئی۔
میرا خیال ہے کہ نیک نیتی نے ناواقفیت علم نبوت کی تاریکی میں ان سے یہ حرکات سرزد کرائیں۔ وہ
اپنے زعم میں سچے مذہب کی طرف سے دفاع کرتے تھے۔ اور میرا خیال ہے کہ خدا تعالیٰ نے دل میں
چھپائی ہوئی حسنات کے سبب سے ان کے سیئات کو دامن غفران سے ڈھانک دیا ہوگا۔ سورۃ یوسف
کی تحریک مجھے اس سے ہوئی کہ گجرات کے ایک شخص نے میرے ایک دوست کے خط کے جواب میں
لکھا کہ زہد و تقویٰ سید احمد بریلوی پر ختم اور معارف و حقائق عقلیہ سید احمد خاں
علیگڑھی مرحوم پر ختم ہوگئے۔ میں اسمیں یہ دکھانا چاہتا ہوں اور محض خدا تعالیٰ کے دین کے اعلا
اور رسل اللہ کے ابرار کے لئے کہ معارف و حقائق قرآنیہ خدا تعالیٰ نے مخصوصاً ہمارے سید مسیح موعود
علیہ السلام اور آپ کے اتباع کو عطا کئے ہیں اور اغیار انمیں قطعاً شریک نہیں۔ اور سید صاحب
مرحوم کی تفسیر نے ایک خشک عقلی کتاب یا ایک سطحی دینی کتاب کے سوا اللہ تعالیٰ کی بے نظیر کتاب
قرآن کریم کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ اس مقابلہ کے لئے مینے مخصوصاً اس سورہ شریفہ کو اسوجہ سے
اختیار کیا کہ اسمیں رؤیا۔ وحی۔ الہام۔ دعا اور قرآن کریم کا لفظاً و معناً معجزہ ہونا وہ ساری امور ہیں
جو مابہ الامتیاز ہیں اسلام میں اور دیگر مذاہب میں اور انہیں امور کی بحث میں سید صاحب نے ثابت
کردیا ہے کہ وہ محض سطحی اور الٰہیات میں مطلقاً دسترس رکھنے والے شخص نہ تھے۔ اور آخرکار مرزا
مسیح موعود علیہ السلام نے ہی اسلام کو دانا دشمنوں اور نادان دوستوں کی تردیدوں اور تائیدوں سے
پاک اور مستغنی دکھایا اور آپکے اعمال و اقوال نے ایک زمانہ پر آشکارا کردیا کہ حقیقتہً یہ وہی شخص ہے
جس کے لئے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام امانت رکھا تھا میرے دل میں
ہر وقت یہ تڑپ رہتی ہے کہ وہ ذوق اور بصیرت امور دین میں جو اس برگزیدۂ خدا کی فیضان
صحبت سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ خشک فلسفہ یا نیچریت کے دلدادہ اور زہد بھی اور تقشف
عادی کے خوکردہ بھی اسطرف توجہ کریں اور محظوظ ہوں مینے تئیس برس تک سید صاحب کی
تصانیف کو پڑھا اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ سید صاحب کے ہم آواز ہونیکے ایام میں میں

منافق یا مقلد نہ تھا۔ میرے احباب خوب جانتے ہیں کہ اخلاص وسرگرمی سے ان خیالات کی تائید کرتا۔ اور عالم السر والعلن گواہ ہے کہ اُس وقت بھی نیت نیک اور رضائے حق مطلوب تھی۔ مارچ ۱۸۸۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شرف بیعت حاصل کیا ۱۸۹۱ء میں آپکی پاک صحبت میں علوم وحقائق مجھ پر منکشف ہوئے کہ میرے سینہ کو لوث اغیار سے صاف دھو ڈالا میں اپنے ذاتی تجربہ اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ سید صاحب مرحوم کے مذہبی خیالات خدائے ذوالعجائب کے پانے کی راہ میں خطرناک روک ہیں کاش وہ جو اس زہر سے ناواقف ہیں اور شہد شیریں کی طرح اسے مزے لے لے کر پی رہے ہیں ایک تجربہ کار کی سُنیں۔ مینے دونوں راہیں خوب دیکھی ہیں اسلئے مجھے حق پہونچتا ہے کہ میں ایک ناصح شفیق ہادی کی صورت میں ناواقفوں کو آگاہ کروں کہ ضلالت سے بچ جائیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین وآلہ الطیبین۔

عبد الکریم سیالکوٹی از دار الامان قادیان ۲۸ فروری ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین رحمۃ للعلمین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

آج میں کچھ باتیں اس مضمون کے متعلق بیان کیا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب سے دنیا میں ماموریت مجددیت اور منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس دعویٰ کی تائید میں کیا کام کیا ہے اور کہاں تک اپنی فرض منصبی کو بجالائے ہیں اشتہار میں میں نے تجدید کا لفظ رکھا تھا۔ قبل اس کے کہ اصل مضمون کو شروع کیا جائے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لفظ تجدید اور مجدد کے معنوں اور مفہوم سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

سو واضح ہو کہ لفظ تجدید کے معنی ہیں نیا کرنا اور مجدد کے معنی ہیں نیا کرنے والا۔ بعض لوگ جو نبوت اور الہام کے سلسلوں سے اچھی طرح واقف نہیں وہ اس لفظ اور نام کو سنکر گھبرا جاتے اور چڑ جاتے ہیں۔ اور درحقیقت جب دین کامل ہو چکا۔ اور کل صداقتیں بیان ہو چکیں۔ تو اب دین کے کامل اور مکمل ہونے کے بعد تجدید اور مجدد کے کیا معنی ہوئے؟ خداوند کریم نے قرآن شریف کی نسبت دعویٰ کیا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی آج میں تمہارا دین کامل کر چکا۔ اور تم پر نعمت اسلام پوری کر چکا۔ اور پھر فرمایا کہ ما فرطنا فی الکتب من شیء ہم نے اس کتاب میں کوئی امر دین۔ کوئی حقانی صداقت باہر نہیں چھوڑی تبیانا لکل شیء اس قرآن شریف میں ہر شے کا بیان آچکا ہے۔ تو پھر اکمال دین اور اتمام نعمت اور کل ضروریات دین اور حقہ صداقتوں کے بیان ہو چکنے کے بعد کس شخص کی مجال ہے کہ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات زیادہ کرسکے کس شخص کو موقع ہے کہ اپنی طرف سے دخل در معقولات دے سکے۔ لیکن جب نفس الامر کی طرف غور کیا جائے تو سلسلہ تجدید

کی کیفیت بخوبی سمجھ میں آجائے گی۔
حقیقت یہ ہے کہ مجدد کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اپنی طرف سے کوئی نئی کیفیت یا نیا مسئلہ ایجاد کرے جس کی بنیاد اُس دین کے اندر نہ ہو خود قرآن شریف میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ یا یوں کہو کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلوایا گیا ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ یعنی ان معترضین اہل کتاب یہود و نصاریٰ و دیگر اقوام سے کہدے کہ میں بدعتی رسول نہیں ہوں بدعتی رسول کے کیا معنی ہیں۔ یعنی ایسی کوئی نئی بات نہیں لایا جس کے اصول و مواد انبیاء سابقین کی پہلی کتابوں میں متفرق اور منتشر طور پر پائے نہ جائیں۔
ایسے بڑے اکمل و مکمل ہادی اور اعلیٰ درجہ کے مصلح کی بابت جب یہ کہا گیا۔ کہ میں کوئی نئی چیز نہیں لایا ہوں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آئیندہ کوئی بھی ہرگز ابداً ابداً کوئی نیا مجدد ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کرسکتا جس کی بنیاد شریعت حقہ اسلامیہ میں پہلے سے نہ رکھدی گئی ہو اور جس کے مواد نفس اسلام میں پہلے سے نہ پائے جاتے ہوں۔
سو مجدد کے معنے جہانتک میں سمجھتا ہوں اس لفظ کی جڑ جَدّ اور جِدّ ہے یعنی نہایت کوشش جانفشانی اور عرق ریزی کسی کام میں استعمال کرنا نیا کرنا اسی میں سے تجدید (تفعیل) ہے۔ یہی سچی جانفشانی اور خالص توجہ جب خداتعالیٰ کے دین کے متعلق کی جائے مجدّد بن کہلاتی ہے جو اُس دین کو جس کی نسبت مجدد ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اور بہ سبب مرور زمانہ کے وہ دین افسانہ کی طرح یا تقویم پارینہ کی مانند ہوگیا ہے پھر تازہ کرکے دکھادے۔ اور زوائد اور حواشی اور فضول افسانوں کا برقع اُتار کر اُسکا اصلی زنگ سے پاک اور چمکتا ہوا چہرہ جلوہ گر کردے وہ مجدد ہوتا ہے۔
خداوند تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کبھی بند نہیں کیا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جسقدر انبیاء دنیا میں تشریف لائے جناب حضرت عیسیٰ تک سب کا یہی دعویٰ رہا کہ ہم کوئی نئی تعلیم نہیں لائے بلکہ ان انبیاء کی صداقت کا نشان ہی شرائع سابقہ

اور توراۃ کی تصدیق تھی ۔ وہ توراۃ ہی کے ماننے والے اُسی کے مصدّق اور اُسی کی تعلیم تازہ کرنے آئے تھے تاکہ مرور زمانہ کی وجہ سے جو دلوں پر زنگ غفلت بیٹھ گیا ہے اُسکو دور کریں اور طبائع انسانی میں ایک بنا روحانی جوش پیدا کر دیں حتیٰ کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی قرآن شریف میں بار بار یہی فرمایا گیا مُصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی یہ نبی شرائع اور سابقہ کتب منزلہ کی تصدیق کرنے آیا ہے نہ کوئی نئی تعلیم دینے یا نئے احکام سکھانے کو جو توریت کے اُصول توحید کے مخالف ہوں ۔ غرضکہ تمام اسرائیلی نبیوں نے بڑے زور اور بڑے دعویٰ سے بار بار کہا کہ ہم توریت کا ایک نقطہ یا ایک شُعشہ ترمیم یا تنسیخ یا تبدیل کرنے نہیں آئے ۔ انجیل کے پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی بات اخلاقی تعلیم کے متعلق اور روحانی معارف کی نسبت ایسی ہرگز ہرگز نہیں لائے جس کی بُنیاد اور مواد توریت کے اندر موجود نہ ہوں ۔

اب یہ سوال پیدا ہوگا کہ جب تعلیم کوئی جدید نہیں ہوتی تو خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کس مصلحت سے جاری کر رکھا ہے قرآن کریم میں اس کی نسبت ایک اصول بیان کیا گیا ہے جو بڑی غور سے سُننے کے قابل ہے اُس میں ارسال مجدد کی ضرورت اور فونی وجہ بیان کی ہے فطال علیہم الامد فقست قلوبھم یعنی اُن پر مدت لمبی ہوگئی اور مرور زمانہ کی وجہ سے اُن کے دل سخت ہوگئے اس لئے ضروری ہوا کہ بھولی بسری بات یاد دلانے اور بجھی ہوئی طبیعتوں کو پھر تازہ کرنے کے لئے مذکر بھیجے جائیں فطرت انسانی کچھ ایسی بنی ہوئی ہے کہ طرح طرح کے اشغال وانہماکات کی وجہ سے انسان خدا کی طرف سے غافل اور کاہل ہو جاتا اور رفتہ رفتہ اُس کے دل پر کچھ ایسا غفلت کا زنگ بیٹھ جاتا اور سُستی کا بوجھ پڑ جاتا ہے کہ پھر آپ سے آپ اُٹھنا اُس کا محال ہو جاتا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے متنبہ کرنے اور خواب غفلت سے جگانے کے لئے ایک ایسا آدمی ضرور آئے جس کی طبیعت میں الٰہی جوش دین حق کے لئے فوق العادۃ توجہ اور عقد ہمت اور سچا اشتغال پایا جائے ۔

تاریخوں کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا میں ہر ایک جدید مذہب کے پیرو وغیرہ میں بہت بھاری جوش اور اشتعال ہوتا ہے لیکن مرور زمانہ کے بعد اضطراری طور پر انہیں ایک سردی اور برودت پیدا ہونے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس نے کبھی پسند نہیں کیا کہ دنیا میں ظاہری حکومتوں کا سلسلہ بند ہو جائے۔ اس طرح وہ کبھی روا نہیں رکھتا کہ روحانی حکومتوں کا سلسلہ جو اقدم اور اہم امور ہیں یک لخت بند کر دے اور کبھی انکی خبر نہ لی جائے۔

انسانی فطرت کے مطالعہ سے صاف ثابت ہے کہ باوجود اس جوش آزادی اور خودسری کے جو اسمیں ودیعت کیا گیا ہے معاً اس کی جبلت ایسی بنائی گئی ہے کہ ایک مقتدر حکومت کے نیچے ہو کر چلے۔ یہی وجہ ہے کہ تمدن اور تہذیب کے ساتھ ساتھ حکومت بھی چلی آتی ہے۔ گو بظاہر ایک آزاد منش قوم یا آزادی پسند ملک اسبات کا دعوی کرے کہ ہمکو ظاہری حاکم اور ایک خاص بادشاہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن عملی طور پر ایسا کبھی نہیں ہوا۔ کہ وہ ظاہری حاکم یا بادشاہ سے بالکلیہ بے نیاز ہو گئے ہوں۔ فرانس کے شاہی خاندان کو برباد کرنے والے لوگ بادشاہ کے لفظ سے چڑ رہے تھے اور شخصی سلطنت کو بالآخر انھوں نے رفع دفع بھی کر دیا۔ آخرکار انھوں نے بھی اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ جمہوری حکومت کے لئے ایک پریسیڈنٹ منتخب کریں۔ ایک خاص شخص اپنے اوپر حکومت کرنے والا ان کو بھی ضرور انتخاب کرنا پڑا۔ پر پڑا۔ حاصل یہ ہے کہ اس نظام ظاہری کے قیام و بقا کے لئے حکیم خالق نے ایسا ہی چاہا اور انسانی فطرت ایسی بنائی ہے کہ کوئی کتنا ہی اپنے تئیں دور کھینچے کتنی ہی آزادی جتائے۔ پھر بھی اسکو ایک حکمراں یا سرپرست سے چارہ نہیں ہے کوئی کمیٹی کوئی مجلس کوئی کونسل کوئی پارلیمنٹ ایسی نظر نہیں پڑتی جسمیں ایک میر مجلس یا پریسیڈنٹ نہ ہو۔ کوئی گھر نہیں جس کا انتظام طبعاً و لازماً اس امر کا مقتضی نہیں ہوتا کہ کوئی ذی اختیار و ذی اقتدار آدمی اس میں سرپرست ہو جو سب کو ایک جتھے میں قائم رکھے اور مختلف خیالات و جذبات کو روک تھام کر ایک سلسلہ انتظامیہ میں منسلک کرے۔

غرضنکہ انسانی فطرت کے مطالعہ سے صاف ثابت ہو کہ جسطرح انسان کو انتظام ظاہری کے لئے اس سے بے نیازی نہیں کہ وہ ایک خاص حکمران یا سرپرست اپنے لئے مقرر کرے جو متفرق خیالات کو جمع کرے مختلف جذبات کو متحد کرکے اُس کل کو عمدہ اسلوب اور حسن نظام پر چلائے۔ اسی طرح روحانی حکومت اور باطنی نظام کے لئے بھی ایک خاص فرد کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ جسکو ظاہری حاکم یعنی بادشاہ کے مقابل امام کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔

خداوند تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللہِ النَّاسَ بَعْضَھُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ کہ اگر خدا تعالےٰ کا یہ اصول نہ ہوتا کہ سرکش انسانوں کو ان انسانوں کے ذریعہ سے دفع کردیا جائے جو ملک کے اندر سطوت اور جبروت رکھتے ہیں تو زمین تباہ اور برباد ہو جاتی۔ یہ سارا کارخانہ اور نظام تمدن درہم برہم ہو جاتا لیکن خدا تعالی کا لوگوں پر بڑا فضل اور رحم ہے کہ اس نے حکومت ظاہری کا سلسلہ بند نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے شریر انسانوں کی دست برد سے دنیا کو نجات ملتی اور یہ سارا کارخانہ احسن انتظام اور عمدہ نظام کے ساتھ چلا جارہا ہے۔ پس جب جسم اور جسمانیات کے انتظام کے لئے خدا تعالی نے پسند نہیں کیا کہ بالکل ایک بھیڑوں کے ریوڑ کیطرح پراگندہ اور متفرق ہوں اور کوئی ظاہری حکمران اُنپر نہ ہو تو کسطرح یقین کیا جاسکتا ہے کہ باطنی حکومت کے لئے روحانی طور پر روحانی باگ کو ہاتھ میں لینے والا خدا تعالی کی طرف سے کوئی مقرر نہ ہوتا رہے۔ ؎

چنانچہ قانون قدرت کے موافق اسلام کے ساتھ بھی خداوند علیم حکیم کی وہی عادت جاری ہے اور پہلا ہولناک واقعہ ایک بلا فصل عظیم الشان اور نبوت کے رنگ اور خوبو میں متعدد مجدد کی ضرورت کا مقتضی ہوا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا واقعہ ہے اسمیں نہایت صبر اور ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کرنا چاہئیے یہ مسلم اور واقعی بات ہے

؎ یہی روحانی باگ کو ہاتھ میں لینے والا ہر صدی کے سرے پر پیدا ہوا کرتا ہے جو مجدد کے نام سے پکارا جاتا ہے

کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف جیسی کامل اور مکمل اور نورانی کتاب چھوڑ کر
اس دنیا سے رحلت فرما ہوئے گویا جلب منفعت اور دفع مضرت کو سارے ضرورتوں
اور اسباب کو کامل کر کے اس مسافر خانہ سے باہر نکلے مگر جوں ہی یہ خبر مشتہر ہوئی اور علم ہوا
کہ حضرت خاتم نبوت وفات پا گئے ہیں ساری عرب میں فتنہ و فساد کی ایک آگ بھڑک اٹھی
ہر طرف لوگ الٰہی دین سے پھر گئے۔ مورخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ ارتدت العرب
بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی تمام عرب حضرت رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد اور بیدین ہو گیا۔ یہ بات ثابت ہے کہ خلافت کے احکام بجز مدینہ
طیبہ اور مکہ کے کسی جگہ قائم نہیں رہے تھے۔ ایسا زلزلہ پڑا۔ اور ایسی جنبش آئی کہ بڑے
بڑے مخلص اور زبردست صحابی بھی آنحضرت کی وفات کے بعد حیران ہو گئے اور انکی رگوں
میں بھی سخت شغب و اشتغال پیدا ہوا۔ حوصلہ و تحمل کی باگ ان کے ہاتھ سے نکل گئی اور بار بار
گھبرا گئے کہ اب کیا ہو گا اس لئے کہ وہ عرب کی آتشیں طبیعت اور جنگجو عادت سے واقف تھے
اور عادتاً انھیں ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ اس نئے نظام کی خدا جانے اب کیا صورت ہو گی۔
اب بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شریعت کے کامل ہو جانے اور قرآن کے محفوظ اور مدون
ہو جانے کے بعد ڈر ہی کیا تھا اور فتنہ ہونا ہی کیوں تھا مگر عادتاً قیامت انگیز فتنہ ہوا
اور آخر ایک شخص کی ضرورت اسلام کو ثابت ہوئی اور ضروری تھا کہ وہ ہوتا۔ خوفناک
فتنہ برپا ہوا اور اسکا فرو ہونا اسلام کی زندگی کے لئے ضروری تھا اس نے دکھا دیا کہ معاً
ایک قوی عصا بردار کی کسقدر ضرورت پڑ گئی۔ اسی کا نام ضرورت تجدید ہے اور ایسے
فتنوں کے دور کرنے والے کو مجدد کہتے ہیں اس سنت اللہ کے موافق ایسے پُر فتن وقت میں
وہ زبردست مجدد جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسند پر بلافصل خلافت کے لئے
منتخب ہوا۔ اور جو اسلام کی روحانی اور جسمانی دنیا میں آدم ثانی ہونے کا فخر رکھتا ہے
اُس نے کیا کیا؟ اس خطرناک حالت میں جب کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم سخت حیران تھے۔

کہ کیا انتظام کیا جائے۔ بعض خانہ نشین ہو گئے تھے۔ بعض سراسیمہ و حواس باختہ پھرتے تھے
قرآن شریف ہی کو متمسک کیا اور ایک دلوں کو ہلا دینے والی اور پُر جوش تقریر سے سب کے دلوں کو
پھر مضبوط کر دیا اور ایک ہی آیت کو روح القدس سے تائید یافتہ دل اور رحمانی القا سے عین
وقت پڑھکر سب کے ایمان۔ جوش۔ ولولے تازہ کر دئے۔

اس وقت اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہ ایک پُر حوصلہ اور روحانی قوت سے بھرے ہوئے
دل کے ساتھ پوری کوشش اور پوری جانفشانی کام میں نہ لاتے تو اسلام کے لئے بڑی سختی کا سامنا
تھا لیکن ایسے نازک وقت میں اللہ تعالے نے اپنے ایک بندہ کے دل میں قوت آسمانی ڈالی
جس نے تمام صحابہ کو اکٹھا کر کے یہ آیت پڑھکر سنائی وما محمد الا رسول قد خلت من
قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی
عقبیه فلن یضر الله شیئا وسیجزی الله الشاکرین ع ۱۵ اس آیت میں
حضرت ابو بکر رض نے سارا سلسلہ انبیاء اُنکی نظروں کے سامنے پیش کر کے دکھا دیا کہ جس قدر بشر
رسول آئے سارے کے سارے وفات پاکر اُٹھ گئے وہ کتاب جو حي وقیوم خدا کی طرف سے
ہے۔ اور اُس حي وقیوم خدا کی طرح حی وقیوم ہے۔ آنحضرت کی وفات پانے سے کیا اس میں
بھی کچھ فرق آسکتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے حي وقیوم خدا کے دین کو
چھوڑ بیٹھوگے؟ یاد رکھو۔ جو خدا تعالے کے دین کو چھوڑ دے گا۔ تو اللہ کو اُسکی کچھ پروا
نہیں۔ وہ خدا کو ذرا بھی نقصان نہ پہونچا سکے گا۔ اور دین الٰہی کو ذرا بھی نقصان نہ
پہونچ سکے گا۔ اور اس دین پر قائم رہنے والے دین اور دنیا دونوں میں بڑی قدر اور
عزت پائیں گے۔

یہ آیت جب حضرت ابو بکر صدیق رض نے پڑھی تو سب کو ایسا معلوم ہوا کہ ابھی نازل ہوئی
ہے۔ سننے کے ساتھ ہی سب کے سب خواب غفلت سے جاگ پڑے۔ اُن کے حوصلے بلند ہو گئے
اور اسلامی جوش تازہ ہو گیا۔ صدیق کی بچی تقریر سے صحابہ پر ایسا اثر ہوا کہ وہ دفعۃً اسلام کی

حمایت کے لئے قوی دل اور سینہ سپر ہوگئے۔

اس کے بعد چھوٹے نبی عرب کی اطراف و جوانب میں اُٹھے۔ کسی کے ساتھ لاکھ آدمی کسی کے ساتھ کم و بیش۔ اور یہ سب اسلام کے سخت مخالف اور دین الٰہی کے مہیب دشمن تھے جنکا منشا سراسر دنیا سے اسلام کی بیخ کنی اور استیصال تھا۔ مگر اُس اولوالعزم مجدد کے سامنے ساری مشکلات آسان ہوگئیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام مشکلات پر غالب اور کل دشواریوں پر کامیاب ہوا۔

اسلامی دنیا میں یہ پہلا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ اب بتاؤ کہ اس نے کوئی نئی آیت بنائی یا حکم جاری کیا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اُسی قرآن اُسی سنت صحیحہ ثابتہ کو جو رسول خدا چھوڑ گئے تھے۔ اور جس کی نسبت آنحضرت کی وفات کے بعد تفرقہ پڑگیا تھا۔ متمسک کیا۔ اپنے اقتدار اور انفاس طیبہ سے دوبارہ اسلام کو قائم کیا اور ہمیشہ کے لئے راستی اور سچائی کی نیو جاری کی تو غرض یہ ہے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے نظام ظاہری کو قائم کیا ہے اُسی طرح اُسکے پہلو بہ پہلو روحانی نظام کا بھی مسلسل اور مستقل انتظام فرمادیا ہے۔ افسوس ہے جو نظام ظاہری کو آنکھوں کے سامنے دیکھے اور اُس کے وجود سے چارہ نہ سمجھے اور روحانی نظام اور مجددوں کے وجود پر تعجب کرے میرے خیال میں اب اس خصوص میں زیادہ بولنا ضروری نہیں قریباً تمام لوگ مجدد کے مفہوم اور اُسکی ضرورت سے آگاہ ہیں۔ سُنیوں کے نزدیک ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد کا آنا مسلم امر ہے۔ شیعہ لوگ بھی امام کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں چنانچہ اب بھی نہایت ناعاقبت اندیشی اور غلط کاری سے امام غائب مہدی کے لئے چشم براہ اور منتظر ہیں جسکو کہیں کسی غار میں چھپا ہوا بیان کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ غیبوبت امام کا مسئلہ راستا ہے درست مگر اس کے سمجھنے میں غلطی کی گئی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ اہل سُنت میں یہ روایت ہے کہ مہدی کچھ عرصہ کے لئے شناخت نہ کیا جائے گا اور اُس کی تفسیق و تکفیر ہوگی گویا وہ غائب ہوگا۔ اور شیعوں میں لفظ غیبوبت کا ہے مآل دونوں کا واحد ہے سو بات اصل میں

واقعی ہے اور آج نتیجہ میں بھی ایسا ہی ثابت ہوا ہے۔ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام عرصہ دراز تک بالکل محجوب اور غائب رہی اور تکفیر کے تاریک فتووں نے جہان کی نگاہوں سے آپ کو پوشیدہ رکھا مگر اب وہ سیاہ بادل پھٹ رہا ہے اور خدا کا بدر کامل آنکھوں کو سرور بخشنے کے لئے درخشاں ہو گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں اسکا اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے **فحان ان تعان وتعرف بین الناس** یعنی وقت آگیا ہے کہ تیری اعانت کی جائے اور تو لوگوں میں شناخت کیا جائے۔ مگر افسوس شیعہ ایک فضول اور ناشدنی امر کے انتظار میں آنکھیں سفید کر رہے جیسے نصاریٰ کے بیفائدہ انتظار میں جان کھپا رہے ہیں اور نادانی سے بار بار آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور وہ خدا کے بندہ مسیح علیہ السلام کشمیر میں آرام فرماتے ہیں۔ غرض آنے والا آگیا اور آسمان و زمین نے گواہی دی کہ وہی مہدی اور وہی مسیح ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام اسلام کے فرقے تسلیم کرتے چلے آئے ہیں کہ دنیا میں شریعت کے قائم کرنے کے لئے مجدد ہوا کرتے ہیں اور ہوئے۔ پس اسوقت اگر اس نئے مجدد کی ضد اور مخالفت اور چڑ اور عداوت کی وجہ سے کوئی مجدد دین کی ضرورت نہ تسلیم کرے تو یہ نہایت ناانصافی بلکہ ظلم صریح ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے اس وقت سے کوئی بیس برس پہلے جبکہ براہین احمدیہ کی پہلی جلد میں جلی قلم کا اشتہار نکالا جو اس کے شروع میں بڑے بڑے موٹے حروف میں لکھا ہوا موجود ہے اور جسمیں تمام مذاہب کو اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے چیلنج کیا گیا ہے۔ اسمیں اور اس زمانہ کے قریب کے دیگر اشتہارات میں بڑی بڑے زور سے دعویٰ کیا ہے کہ میں اس صدی پر مجدد ہو کر آیا ہوں اور اسلام کا خوشنما چہرہ اور دلربا حسن دنیا کو دکھلانے کے لئے مامور ہوا ہوں لیکن یہ جملہ کبھی اور کسی اشتہار میں ہرگز ہرگز نہ پاؤگے جہاں انھوں نے یہ کہا ہو کہ میں کلام ربانی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے سوا کوئی نئی شریعت یا نیا دین یا نیا حکم لانے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ اور حقیقت میں یہ الفاظ اور یہ دعویٰ انکا کہ میں کوئی نئی چیز نہیں لایا اور نہ کوئی نئی شریعت قائم کرتا ہوں۔ بلکہ احمد مجتبیٰ

دین کا غلام اور اُسی کو واجب الاتباع اور قابل اطاعت سمجھتا ہوں۔ بالکل لغو اور فضول ہوتا اگر انکی علمی کارروائی اُن کے اعمال۔ افعال اور ایسی باتیں اُنمیں پائی جائیں جو تحریر شدہ دعوی کے برخلاف ثابت ہوتیں

جس شخص کے دل میں ذرا بھی انصاف نہ ہو۔ اور بالکل متعصب اور محض نکتہ چیں ہو وہ بھی دیکھ سکتا ہے اور جانتا بھی ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب برابر پانچوقت کی نمازیں اول وقت میں بلاکسی قسم کی تبدیلی اور کمی بیشی کے پڑھتے ہیں جیساکہ تمام مسلمان پڑھتے ہیں۔ اُنکی مسجد میں ایک موذن ہے جو پینتیس سال سے مقرر ہے ویسی ہی اذان دیتا ہے جیساکہ تمام مسلمان اپنی مسجدونمیں دیتے ہیں۔ وہی کلمات ہیں جو تمام لوگ اذان میں پڑھتے ہیں۔ اُسکو حکم ہے کہ ہمیشہ اول وقت میں نماز کی بانگ دیا کرے۔ چنانچہ ہمیشہ سے اُسکی تعمیل ہوتی چلی آئی اور ہوتی چلی جاتی ہے۔ پھر ماہ رمضان میں مرزا صاحب کے روزوں کی تعداد بھی اُسی قدر ہے جس قدر تمام لوگ رکھتے ہیں۔ ایک ہلال سے لیکر دوسرے ہلال تک بلاکسی قسم کی تغیر اور تبدیل کے وہ روزے رکھتے ہیں۔ پس ایک منصف مزاج آدمی جو خدا کے لئے غور کرنے والا اور تعصب سے پاک طبیعت رکھتا ہو جان سکتا ہے اور خود دیکھ سکتا ہے کہ باوجود اتباع امر شریعت غرا و محکمہ کے کیونکر ہو سکتا ہے کہ زبانی یا تحریری ایسا دعویٰ کیا ہو جو پینتیس سال کے علمی ثبوت کے بالکل ضد اور برخلاف ہو۔

غور کرنا چاہیے کہ جب مرزا صاحب نے کوئی ایسا بُرا لفظ نہیں جو مخالف دنیا سے اپنے حق میں نہ کہلوایا ہو۔ کاذب کذاب مفتری دجال ضال مضل کافر اکفر یہود و نصارا سے بدتر بت پرست ہندوؤں سے خراب اور بدتر سے بدتر لعنتی ملعون جہنمی سب کچھ اپنے حق میں کہلوا لیا تو اس سے بڑھکر اور کون سے الفاظ ہیں جنسے وہ ڈرتے تھے اور کونسا امر انکو اس سے مانع تھا کہ وہ دین کے اندر کچھ تحریف یا تبدیل یا تنسیخ یا ترمیم کر دیتے۔ کیا ضرور تھا کہ وہ احکام اسلام ہی کا جوا اپنے اوپر رکھے رہتے۔ کیوں نہ انھوں نے کسی نماز میں تخفیف کر لی

یا شریعت کا کوئی حکم اور بدل لیا اور اُس کے موافق عمل کیا۔ اگر اُن کو بقول مخالفین دعویٰ نبوت ہوتا تو شریعت احمدیہ کی یہ سخت اتباع اُنھوں نے اپنے اوپر کیوں لازم پکڑ لی؟ ایک شخص جو کہتا ہے کہ میں مستقل نبی یا مستقل بادشاہ ہوں تعجب ہے کہ دوسرے بادشاہ کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھے۔ بیشک شریعت محمدیہ کی نسبت جسطرح مرزا صاحب نے زبانی اور تحریری دعوے کیا ہے اور بار بار دعویٰ کیا ہے اور شدومد سے بیان کیا ہے کہ لعنتی ہے اور خطرناک ملعون ہے، وہ شخص جو قرآن کریم جیسی عظیم الشان اور جامع اور مکمل کتاب کے ہوتے کسی اور نئی کتاب کے آنے کا انتظار کرتا یا کسی دوسری شریعت کی راہ تکتا یا اسمیں تبدیل یا تنسیخ کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ دعوے جھوٹا ہو جاتا اور ہرگز تسلیم نہ کیا جاتا۔ اگر اُنکی عملی زندگی شریعت محمدیہ کے برخلاف ہوتی اور وہ کسی چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی ٹال دیتے اور اُس کے سوا کوئی دوسرا حکم سکھاتے یا اُسپر خود عمل کرتے لیکن خدا کے لئے سوچو اور انصاف کے ساتھ غور کرو۔ جدا جدا اور مل مل کر فکر کرو۔ بغض اور کینہ کو دلوں سے نکال کر سوچو آخر مرنا ہے اور خدائے ذوالجلال کے عرش کے نیچے حاضر ہونا ہی۔ کہ مرزا صاحب کے لئے وہ کونسا ڈر۔ کونسی دھمکی۔ کونسا خطاب باقی ہے جس کی وجہ سے وہ اس بات سے ڈرتے اور جھینپتے ہیں کہ اپنی نئی شریعت قائم کرلیں۔ طرح طرح کی دھمکیاں اُنکو دی گئیں۔ قتل کے منصوبے باندھے گئے۔ اقدام قتل کے مقدمے اُنکی نسبت کھڑے کئے گئے۔ عزت۔ مال۔ جان پر حملے کئے گئے۔ اُن کی باتوں کو کاٹ کاٹ کر اور نسخ و مسخ کر کے کفریہ پیرایوں میں ظاہر کیا گیا اب کونسا ڈر باقی ہے جس نے اُن کو اسبات کے لئے مجبور کیا۔ کہ دعویٰ تو ہو مستقل نبوت اور ذاتی رسالت کا اور جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جوا گردن پر رکھیں۔ بات بات میں شریعت احمدیہ کا حوالہ دیں۔ بال بال شریعت محمدیہ کا اتباع کریں میں ہر ایک شخص کی سچی ضمیر سچے کانشنس کے آگے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خدا کے لئے اور ہاں محض اللہ ہی کی خاطر بے ریا دل سے کر اور کینہ اور بغض نکال کر سوچے کہ مرزا صاحب کو باوجود دعویٰ نبوت مستقلہ کے نئے احکام جاری کرنے یا شریعت محمدیہ کے برخلاف عمل کرنے سے اب کونسا ڈر

کونسی دھمکی۔ کونسا نیا خطاب باز رکھہ سکتا ہے۔ میں دلیری سے کہتا ہوں اور بڑی دلیری سے جسمیں بزدلی کا شائبہ تک نہیں اور ایسے دعوے کے ساتھہ جسکو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ کہ ہرگز اس چودھویں صدی کے مجدد نے دعویٰ نہیں کیا۔ کہ میں قرآن کے برخلاف کچھہ لایا ہوں یا لانے کا ارادہ رکھتا ہوں یا شریعت احمدیہ کے بعد کسی دوسرے شخصکو بھی واجب الاتباع اور پیروی کے قابل خیال کرتا ہوں یا تغییر و تبدیل کو روا رکھتا ہوں۔ پھر جب کہ یہ مجدد کوئی نئی شریعت نہیں لایا نہ لانے کا ارادہ رکھتا ہے نہ ترمیم و تنسیخ کو شریعت میں دخل دینا روا رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب ہے اور ایسا قلعہ مستحکم ہے کہ کسی مخالف کسی دشمن کی تاخت و تاراج کا ہاتھہ اُسپر دراز نہیں ہو سکتا تو پھر اس نئے مجدد کے آنیکے کیا معنی؟۔ اس سوال کے جواب میں اب زیادہ تکلیف کے اُٹھانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب ہمیشہ سنتے آئے ہیں کہ مجدد آیا کرتے ہیں اور آنحضرتؐ کا یہ ارشاد ہے کہ ہر ایک صدی کے سرے پر ایک مجدد پیدا ہوا کرے گا تو اس نئے مجدد کے آنے میں کیا محل استعجاب اور کونسا استبعاد ہے؟۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے رح بڑا پُر زور دعوا کیا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے امام اور حکم بنکر امر حق کا فیصلہ کرتا ہوں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رح نے بھی دعویٰ کیا چنانچہ مجدد کا لفظ ہی اُن کے نام کی جزو ہو گیا ہے پس اگر کوئی بغض سے وجود مجدد اور ضرورت مجدد کو نہ مانے تو نہ مانے اُسے اختیار ہے ورنہ خدا تعالیٰ کا کلام اور خدا تعالےٰ کا کام تو مجددوں کو لگاتار بھیجکر اور آئندہ کو بھیجنے کا وعدہ فرماکر اس سنت پر مہر لگا چکا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی نے مجددیت کا دعویٰ کر کے کونسی نئی بات نکالی۔ کس قسم کی دین میں تبدیلی کی۔ کیا شریعت کے برخلاف عمل درآمد کیا۔؟ ہاں ایک بڑی ضروری اور لازمی اصلاح امت میں کی۔ جس کے لئے خدا تعالیٰ نے انکو مامور کیا۔ بات یہ ہے کہ اُن دنوں ہندوستان میں شیعہ لوگوں کا بہت زور تھا نور جہاں بیگم ایران کی ایک امیرزادی بدقسمت جہانگیر کے نکاح میں آئی جو اُسکے

لئے ایک دیبی کے حکم میں تھی بُت پرست جہانگیر نے اپنی سلطنت کے تمام سیاہ وسفید اسکو اختیار میں ڈالدئے وہ خطرناک متعصب شیعہ تھی اُس نے ایران سے بکثرت اہل تشیع بلاکر ہندوستان میں ہر طرف عہدہ ہائے جلیلہ پر سرافراز کردئے اور شیعوں کا ہر سمت عمل ودخل ہوگیا وہ سارے ہندوستان میں پھیل گئے ۔ غرض کہ مذہب شیعہ کی عام اشاعت اور زور شور سے جیسا کہ اس فرقہ کا فطری تقاضا ہے کہ اعمال صالحہ تقوی طہارت سچا خوف سچی پابندی مذہب اُن کی نظر تو نہیں رکھی ہی نہیں گئی ۔ دنیا سے اسلام سے سچا تقوی وطہارت خشیت اللہ رخصت ہونے لگا طرح طرح کی رسوم بد اور بدعات دنیا میں پھیل گئیں اور قریب تھا کہ شعائر دینی کی پابندی اور حقیقی تقوی طہارت کا نام ونشان دنیا سے اُٹھ جائے کہ حضرت مجدد سرہندی نے تجدید دین کا بیڑا اُٹھایا اور خدا تعالیٰ سے روحانی طاقت پاکر دنیا میں تقوی اور طہارت کی جڑ پھر قائم کی چنانچہ مکتوبات امام ربانی کو پڑھنے والے اُسکی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ آپ کے زمانہ میں عوام الناس اور دربار شاہی میں کسقدر اصلاح کی ضرورت تھی ۔ میں سچ کہتا ہوں اور مجھے اس کے ماننے سے چارہ نہیں ہے کہ اگر حضرت شیخ احمد سرہندی اُس زمانہ میں تجدید دین کے لئے مامور نہ ہوتے ۔ تو پھر تقوی وطہارت اور خدا سے ڈرنے والی قوم اہل سنت کا ہندوستان میں نام ونشان نہ رہتا ۔ دیکھو ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ جس جس قسم کی بیماری دنیا میں پیدا ہوتی ہے ویسی ویسے اصلاح کے سامان خداوند تعالےٰ دنیا میں مہیا کرتا ہے اس وقت اس قسم کی تجدید کی ضرورت تھی حضرت شیخ احمد سرہندی نے ویسی تجدید کی ۔ آجکل فلاسفی اور حکمت کا زمانہ ہے اسی رنگ اور اسی پیرایہ میں تجدید ہونی مناسب تھی جو اس صدی کا مجدد بڑے زور شور سے کر رہا ہے اور قرآن شریف کی حقانی فلاسفی کے آگے دنیا کی خشک اور بمعنی فلاسفی کو دھکے دیتا اور چکنا چور کر رہا ہے اصل بات یہ ہے کہ ہمیشہ تجدید واصلاح زمانہ کی حالت کے مناسب ہوتی ہے

اُس آخری اسرائیلی نبی حضرت مسیح علیہ السلام کی اصلاح ہی کی طرف نگاہ ڈالو اُس نے کس قسم کے احکام سکھائے انجیل متی کے پانچویں باب کی ۳۸ آیت

سے ۴۲ تک مطالعہ کرو۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں ۔ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا ۔ بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُسکی طرف پھیر دے اور اگر کوئی چاہے کہ تجھپر نالش کرکے تیری قبا لے کرتے کو بھی اُسے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لیجائے اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا ۔ جو کوئی تجھ سے کچھ مانگے اُسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اُس سے مُنہ نہ موڑ۔ انتہٰی ۔ یہ تعلیم نہایت ہی نرمی پر مبنی ہے ۔ بلکہ سچ پوچھو تو ایک فوق الطاقت بوجھ قوم پر ڈالا گیا ہے مگر ایک سرکش متکبر اور بات بات میں انتقام لینے والی قوم کے مناسب حال اُسوقت یہی تعلیم تھی اور درحقیقت مختص الزمان تعلیم تھی یہی وجہ ہے کہ نصاریٰ ساری تعلیم پر عملاً خاک ڈال چکے ہیں اور اس خلاف تعلیم کرنے پر پردہ ڈالنے کے لئے خشک اور بے عمل ایمان کا اصول گھڑ لیا ہے ۔ افسوس اُس ایمان پر جس کے ساتھ عمل نہ ہو وہ ایک درخت ہے جسکو پھل نہیں ۔ بہرحال مسیح نے ایسی ہی تعلیم دی اور اجتہاداً قوم کی اصلاح کی راہ نکالی اور یہ تعلیم ایک قوم کے حالات کے ساتھ مخصوص اور اقتضاء وقت کے نہایت مناسب حال تھی یہودیوں میں بے رحمی بے ترسی سنگدلی بات بات میں شورہ پشتی اشتعال انتقام جوش غضب کی عادت از حد پیدا ہو گئی تھی ۔ تمام قوم اور تمام سوسائٹی میں یہی مرض پھیل گیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس مجدد دین حضرت مسیح کو اس قسم کی اصلاح کے لئے بھیجا یعنی عفو و رحم ہی کی شق پر زور ڈالا گیا تاکہ اُنکی عادت انتقام و اشتعال کو جو حد سے نہایت درجہ بڑھ گئی تھی اعتدال پر لائے ۔ سچ پوچھو تو مسیح کی تعلیم کچھ توراۃ کے نقیض یا جدید نہیں تھی ۔ صرف قوم یہود کی قساوت قلبی اس بنا پر زور ڈالنے اور اس ریفارمیشن کا موجب ہوئی ۔ ورنہ حضرت مسیح نے بھی بار بار توراۃ کی تعمیل اور پابندی کے لئے حکم دیا اور بڑے دعوے اور زور سے کہا کہ میں توراۃ کو منسوخ یا تبدیل کرنے نہیں آیا بلکہ اُسکی تعمیل کرانے اور عملی تعمیل کو مکمل کرنے کے لئے آیا ہوں ۔ یہی وجہ تھی کہ یہود حضرت مسیح کی نسبت بھی یہی کہتے رہے کہ جب یہ شخص

توراۃ ہی کی تعمیل کا حکم دیتا ہے اور کوئی نئی تعلیم نہیں دیتا تو اس کے ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ توراۃ کو تو ہم آگے ہی مانتے ہیں۔ لیکن بعد میں آنیوالی نسلوں پر اپنی حالت فاسدہ پر نظر کرکے یہ بات بالکل کھل گئی کہ سچ مچ مسیح ایک بڑا روحانی مجدد اور مصلح قوم تھا۔ چنانچہ آخرکار مسیح کے مذہب کو بہت ترقی ہوئی اور خود قوم یہود میں سے بھی بہت سے لوگ اُس کی اصلاح کے قائل ہوگئے اور اُسکے دین میں کھچے آئے۔ حضرت مسیح کے وقت قوم یہود کی حالت نہایت ہی بُری تھی۔ چنانچہ انجیل میں مسیح نے اُن کے عیب چُن چُن کر بیان کئے۔ اُن کی ریاکاری نمودی شریعت عدم خلوص سچے تقوے وطہارت سے بے نصیبی کی سخت شکایت کی۔ یہود کی حالت فاسدہ ہی مصلح کے آنے کے لئے راہ تک رہی اور ایک بیّن دلیل اور اُسکی آمد کی کفیل تھی۔

اب قرآن شریف کو دیکھو اُسمیں اہل کتاب کے عیب چُن چُنکر گنے ہیں۔ یہود کی قساوت قلبی۔ بغی اور فاسدہ حالت کا بار بار نقشہ کھینچ کھینچکر سامنے دکھایا ہے۔ غور سے دیکھنا چاہیئے کہ خدائے پاک کی مقدس کتاب کو اسبات کی کیا ضرورت پڑی تھی کہ کسی خاص قوم کے عیب گنے نصاریٰ کے معائب وقبائح بیان کرے اُن کے ربیوں احبار رہبان کی حالت فاسدہ کی تصویر کھینچے اور اسی طرح بار بار اُنکی عیوب شماری پر زور دے کہ گویا کوئی شخص اپنے جوش نفس سے کسی معاند ومخالف قوم کے عیب گنتا ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ عیوب اور قبائح ایک مصلحت کی وجہ سے واقع کے مطابق بیان کئے گئے ہیں تاکہ ان قوموں کی واقعی حالت کا نقشہ سامنے رکھکر اُس وقت کے لوگ اور آیندہ نسلیں معلوم کرلیں کہ اقوام کی یہ شدید حالت فاسدہ ایک عظیم الشان مصلح کے آمد کی مقتضی تھی اور خود وہ قومیں بھی قرآن شریف کے آئینہ میں اپنی حالت کی ہو بہو تصویر دیکھ لیں اور سمجھ لیں کہ ہماری حالت فاسدہ اور عیوب اور قبائح بدون ایک مصلح کامل کے رفع نہیں ہوسکتی جیساکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بیّنہ میں صاف طور پر اس بارہ میں اشارہ بھی کیا ہے کہ

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم

البینة رسول من الله یتلوا صحفا مطهرة کفار اہل کتاب اور مشرک لوگ
اپنے عقاید باطلہ اور حالت فاسدہ سے کبھی جدا ہونے والے نہیں تھے تاوقتیکہ
ان کے پاس ایک بیّن نشان نہ آجاتا یعنی اللہ کی طرف سے ایک زبردست رسول
جو ان پر پاک اور مقدس صحائف پڑھتا جو ان کے عقائد باطلہ کو درست کرتے
اور ان کی حالت ناقصہ کی اصلاح کرتے۔

میں پھر اس بات کیطرف توجہ دلاتا ہوں کہ قرآن کریم تو ایک مقدس اور مطہر
کتاب ہے جس کا نام کتٰب حکیم ہے اور خدائے حکیم ہی کی طرف سے نازل ہوئی ہے
پھر اسمیں یہ عیوب قوموں کے کیوں گنے گئے ساری دنیا کی حالت فاسدہ اور ان کی مثالب
و معائب اور رذایل کی تشریح و تفصیل کیوں کی گئی اور خصوصاً سورۂ بقرہ میں بار بار
اور متواتر یہود کے معائب کیوں بیان کئے گئے قرآن شریف کی حکیمانہ شان تو اس سے
ارفع و اعلے ہے کہ کوئی لغو حرکت کرے یا خواہ مخواہ قوموں کے معائب کے دفتر کھولے
یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن کتاب حکیم ہے اور اس لئے اُسکی کوئی حرکت ایسی نہیں
ہوسکتی جو سچے علم حقہ فلسفہ پر قائم نہ ہو۔ اقوام کی حالت ناقصہ کی یہ ہو بہو تصویر اسلئے
کھینچی گئی۔ تاکہ ان لوگوں کو اُس آئینہ میں اُنکا اصلی چہرہ دکھائے اور ایک عظیم
الشان مصلح کی ضرورت بتائے یہ سب عیوب و رذائل بنیادی پتھر تھے حضرت رسول
کریم کی نبوت کے لئے تاکہ آنحضرت کی تشریف آوری اور قرآن کے نزول کی ضرورت حقہ
ظاہر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وبالحق انزلنٰه وبالحق نزل ہم نے اس
قرآن کریم کو ضرورت حقہ کے ساتھ نازل کیا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ ہی
وہ اُترا ہے قرآن شریف میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی
ضرورت و مصلحت بیان کردی گئی ہے کہ ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت
ایدی الناس لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے بر اور بحر دونو میں بگاڑ پیدا ہوگیا
بر سے مراد ہیں وہ لوگ جو فیض علم سے بے بہرہ اور محض اُمی ہیں۔ اور بحر سے علماء
اقوام مراد ہیں جو علم اور معانی کے سمندر ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے یہ دعوی کیا ہے
کہ ظهر الفساد فی البر والبحر یعنی اہل کتاب بھی بگڑ گئے تھے اور عوام الناس بھی

حالت بھی تباہ ہوگئی تھی۔ میرے مضمون کا یہ موضوع نہیں ورنہ میں بیان کرتا کہ روم۔ مصر۔ ایران۔ ہند۔ پنجاب وغیرہ کی اُسوقت کیا حالت تھی۔ کس طرح سب کے سب بگڑ گئے تھے اور کہیں خدا پرستی کا نام نشان نہیں رہا تھا۔ تمام بلاد متمدنہ میں بدعات اور بداخلاقیاں اور رذائل جڑ پکڑ گئے تھے اور روحانی زمین بالکل خشک اور مردہ ہوگئی تھی اُسوقت اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون قدرت کے موافق یاس اور قنوط کے بعد باران رحمت نازل فرمایا اور وہ اکمل ومکمل عظیم الشان ہادی تشریف لایا اور اُس نے تمام روحانی زمین کو تازہ سرسبز اور سیراب کردیا اور خوب ثابت ہوا کہ ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا یقینا اللہ تعالیٰ زمین کو اُس کے مرنیکے بعد زندہ کرتا ہے۔ منجملہ اور قوموں کے قرآن کریم میں دو قوموں سے مخصوصا خطاب کیا گیا ہے وہ ہیں نصاری اور یہود۔ چونکہ اسلام اور عیسویت اور یہودیت تینوں درحقیقت ایک ہی اصل سے ہیں اور معتدبہ حصہ انمیں مشترک ہے اور یہود و نصاری نابینائی اور خطا سے تقلید پر جم کر اسلام کی ضروری تجدید سے انکار کرتے تھے لہذا ضروری ہوا کہ قرآن انکی طرف پوری توجہ کرے اور دکھادے کہ تمھیں مصلح کی ضرورت ہے اور ہدایت حقیقی اور دین حنیفی کے خلاف یہ بدعات تم نے اپنی طرف سے لالی ہیں جنکی اصلاح کی ازبس ضرورت ہے بنابرآں اُنمیں سے یہود کی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ الخ پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہوگئے سو وہ پتھر کی مانند ہوگئے یا اُس سے بھی کہیں بڑھکر۔ اور پھر فرمایا واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دماءکم ولا تخرجون انفسکم من دیارکم ثم اقررتم و انتم تشہدون ثم انتم ہؤلاء تقتلون انفسکم وتخرجون فریقا منکم من دیارھم تظاھرون علیھم بالاثم والعدوان وان یاتوکم اساری تفادوھم وھو محرم علیکم اخراجھم افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ تم باہم خونریزی نہ کیجیو۔ اور نہ اپنے لوگوں کو جلا وطن کیجیو۔ پھر تمنے نہ دل سے اقرار کرلیا پھراب تم ہی وہ ہو۔ کہ بالکل احکام الٰہی کے برخلاف اپنے

لوگوں کو قتل کرتے ہو اور اپنے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکال دیتے ہو ان پر گناہ اور تعدی سے چڑھائی کرتے ہو باہم بجائے محبت فتنہ فساد مچاتے ہو اور مقدمات قائم کرتے ہو۔ الفت و مصالحت سے رہنے کا تورات میں حکم تھا۔ لیکن تم آپس میں مقدمہ بازی اور اخراج وطن وغیرہ کرتے ہو۔ اور جب اسیر ہو کر تمہارے پاس آتے ہیں تو انہیں فدیہ دے کر چھڑاتے ہو حالانکہ سرے سے تم کو انکا اخراج وطن ہی ناجائز تھا۔ کیا تم کسیقدر کلام الٰہی کو مانتے اور بعض حصہ سے یک لخت انکار کرتے ہو۔ پھر بار بار کلام ربانی میں انکی نسبت کہا گیا کہ تم ناحق لوگوں کا مال کھاتے ہو اور بیاج کھاتے ہو جس کا کھانا تم پر حرام تھا ہر ایک قسم کے فسق فجور اور بدکاری میں دلیر ہو۔ ہر ایک راستبازی کی مخالفت کرتے ہو۔ نبیوں کی قتل کے اقدام کرتے ہو۔ اور تمھاری سوسائٹی میں زنا۔ حرامکاری شراب فحشا، منکرات پھیل رہے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے تم کو کوئی تعلق نہیں کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ یہود ناموس الٰہی کا ذرا پاس نہیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کے افعال سے تعرض چھوڑ دیا تھا جو امر معروف کا نشان ہے اور تقوی طہارت کا انمیں نام و نشان تک نہیں رہا تھا۔

غرضکہ میں آپ سب صاحبوں کو سورہ بقرہ کیطرف توجہ دلا کر اُسکے مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں کہ آپ لوگ دیکھیں کہ نبوت محمدیہ کے قائم کرنے اور اُس کی ضرورت بتانے کے لئے اللہ تعالی نے کسطرح قوم یہود کی حالت فاسدہ کا مفصل حال بیان کیا ہے اور کیونکر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ریفارمیشن کی عمارت بنانے کے لئے اُن کے معائب و قبائح کے بیان کو اس اصلاح و تجدید کی بنا ٹھیرایا ہے خوب سمجھنا چاہیے کہ قرآن شریف نے اس قوم کے سچے معائب بیان کر کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی مجددیت و ماموریت کی سچی ضرورت بیان کردیا ہے۔

نصاری کی طرف مخاطب ہو کر یوں فرمایا ہے کہ لا تقولوا ثلثۃ انتھوا خیرا لکم۔ تین مت کہو۔ باز آجاؤ۔ یہ تمھارے لئے بہتر ہے۔ وقالوا اتخذ اللہ ولدا سبحنہ۔ ھو الغنی لہ ما فی السموات والارض

ان عندکم من سلطٰن بھذا اتقولون علی اللہ مالا تعلمون + مسیح
کو خدا کا بیٹا نہ پکارو اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ اہانت سے بے نیاز ہے کہ اُسکی طرف
بیٹا منسوب کیا جائے - بعض نادانوں نے تعجب اور انکار سے قرآن کریم کے اس
الزام ولد کو دیکھا ہے اور بڑے عقلمند عیسائی خفا ہو کر اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن
نے ان کی ابنیت و ولدیت کے سر کو سمجھا ہی نہیں اس بحث کا یہاں محل نہیں ابنیت
و ولدیت کو جن معنوں میں خدا کی طرف منسوب کرو مدعا اور نتیجہ واحد ہے - یاد رکھو
کہ صرف بیٹا منسوب کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی - لیکن عیسائیوں نے مسیح کو بیٹا
بنا کر جو نتیجہ نکالا اور اپنے زعم میں جو فائدہ حاصل کیا - وہ ایک بڑا کپکپا دینے
والا اعتقاد تھا - عیسائیوں کو بیٹا بنانے کی یہ ضرورت پیش آئی کہ کفارہ کا جھوٹا
اور لغو مسئلہ تراشا جائے جس میں تقویٰ طہارت نیکی کرنے بدی سے بچنے کی کوئی
ضرورت باقی نہیں رہتی - اور جس کے ماننے سے اگر انسان بالکل حیوانوں کیطرح زندگی
بسر کرے تو کوئی خوف اور کوئی امر اس کو اہانت سے مانع نہیں ہو سکتا - یہ مسئلہ
تمام بدیوں کا منبع تمام فسق و فجور کا چشمہ اور اعمال صالحہ کا متاصل ہے کیونکہ اگر
اعمال صالحہ کی ضرورت ہے تو کفارہ باطل ہے - اور اگر کفارہ صحیح ہے تو اعمال
صالحہ تقویٰ اور طہارت بے سود ٹھیرتے ہیں - بہر حال اس مسئلہ کے ماننے سے
بڑی بیباکی - بڑی دلیری - بڑی جرأت گناہوں پر ہوتی ہے - جب اعمال صالحہ
کی ضرورت نہیں اور تقویٰ و طہارت کی حاجت نہیں یوم الدین کے ڈر کی طرف
لے جانے والی کونسی بات رہ گئی - چونکہ اہل کتاب نے سچے احکام الٰہی کو چھوڑ کر
یہ باطل عقائد اور جھوٹے بت تراشے ہوئے تھے اس لیئے ایک حکم و منصف
کا آنا ضروری تھا جو سب کو غلطی پر متنبہ کرتا اور حکم ہو کر ایک قول مفصل بیان
کرتا -

+ اور کہتے ہیں کہ خدا نے بیٹا بنا لیا ہے - اُسکی ذات ان باتوں سے پاک ہے وہ تو غنی اور
پاک ہے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے - اسپر تمھارے پاس کوئی دلیل تو ہے نہیں
کیا اللہ پر بے سمجھی سے باتیں بناتے ہو -

معہذا یہود و نصاریٰ نے اپنے ربیوں۔ درویشوں عالموں پر یہاں تک اعتقاد جما رکھا تھا کہ گویا اُن کی پرستش کرتے تھے۔ اُن کی زلّیات و ہفوات کے مقابل خدا و رسول کے احکام کی کچھ پروا نہ کرتے۔ خدا تعالیٰ نے اس بات پر اُن کو سخت متنبہ کیا اور فرمایا کہ واجب الاتباع صرف خدا و رسول ہے نصاریٰ کی یہ بری عادت گذشتہ زمانوں پر ہی موقوف نہ تھی۔ آج بھی دنیوی حکومتوں کے انتظام کی طرح مذہبی حکومت کے گدی نشین انکے پادری ہی ہیں۔ اور درحقیقت یہ بلا ان پر انجیل کی تعلیم کے ناقص ہونے کی نحوست کی پڑی ہے۔ انجیل کی ایک معمولی روٹی مانگنے کی دعا طرح طرح کے جوشوں اور تمناؤں کو ناکافی ثابت ہوئی اس لئے ہزاروں دعائیں اور زبور پادریوں کو ایجاد کرنی پڑی غرض پادری ایک پیغمبر کی طرح شرائع ایجاد کرتے اور کتاب اللہ سے بچوں کی طرح کھیلتے ہیں اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ دین کی عظمت اُن کے دلوں سے مٹ جاتی۔

جو شخص قرآن شریف کو پڑھتا ہے دیکھتا ہے کہ قرآن کریم نے ہر جگہ یہی کہا ہے کہ ان هذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی هم فیه یختلفون۔ یہ قرآن شریف بنی اسرائیل کے اختلاف مٹانے آیا ہے لتبین لهم الذی اختلفوا فیه یہ آیا ہے تو کہ اُن کے متنازع فیہ اور مختلف فیہ معاملات میں فیصلہ کرے بارہا قرآن نے یہی کہا کہ میں کوئی نئی بات نہیں لایا۔ نئی تعلیم پیش نہیں کرتا۔ جسکا تخم توراۃ میں نہ ہو۔

اور ہے بھی یوں ہی۔ یہ ممکن نہیں۔ کہ کوئی کتاب الٰہی پہلی شرائع کے برخلاف یا اُن سے علحدہ کوئی نئی بات بیان کرے شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا و الذی اوحینا الیك وما وصینا به ابراهیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه خدا تعالے نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کی بابت حضرت نوح ابراہیم موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ کو تقید کیا۔ قرآن نے دعویٰ نہیں کیا کہ میں کوئی بدعا من الرسل بدعتی رسول یا نبی یا نئیں بتانے والا ہوں۔ نہ یہ دعویٰ کیا کہ یہود نے کلمہ لا اله الا الله چھوڑ دیا تھا۔ نہ یہ کہ توراۃ میں کوئی

صحیفہ ایسا بھی ہے۔ جس میں بُت پرستی لکھی ہو۔ پس قرآن نے بار بار یہی کہا کہ میں کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو عملی طور پر دنیا میں قائم کرنے اور اہل کتاب کے متنازعہ فیہ معاملات کے فیصل کرنے کو آیا ہوں۔ میں آیا ہوں تاکہ سچی توحید دنیا میں قائم کروں جسکو قوموں نے چھوڑ دیا۔ ایسی توحید جس سے تقویٰ و طہارت کے چشمے پھوٹ نکلیں۔

شروع میں کہا گیا ہے کہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ زمانوں کے گذرنے کے بعد اسمیں وہ ابتدائی جوش نہیں رہتا اور آخرکار غفلت اور کسل اور بطالت نفس کے بد ارادوں اور ناجائز عادت و رسم کے اتباع سے ملکر ایک خود تراشیدہ دین و اعتقاد کے اختراع کے موجب بنجاتی ہے اور اس ہوائے نفس کے پیدا کردہ مذہب کا اتباع مذہب حق کے اتباع سے بھی زیادہ ترقوی ہوجاتا ہے اسکو کتاب اللہ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے فطال علیھم الامد فقست قلوبھم یعنی مجددوں اور راستبازوں کے سلسلہ میں دیر ہوگئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنکے دل پتھر ہوگئے۔ اور اللہ تعالےٰ پر حقیقی اور عملی طور پر اعتقاد رکھنے والا اُن میں کوئی نہ رہا یہ تو نہیں کہا کہ توریت اُٹھ گئی۔ توریت موجود تھی اور توریت میں توحید کی تعلیم موجود تھی۔ مگر اُس پر خدا کے منشاء کے موافق عمل کرنے والا کوئی نہ رہا۔ اور اس سے دل سخت ہوکر سچی خدا شناسی۔ تقویٰ طہارت جاتی رہی تھی۔ اور وہ مفاسد پیدا ہوگئے تھے جنکا ذکر سورہ بقرہ میں کیا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ سچا ایمان اور وہ عیوب دونوں ایک وقت جمع نہیں ہوسکتے۔ اس لئے ضرور تھا کہ سلسلہ تجدید قائم ہوتا۔ اور ایک نیا مجدد دینی جوش کو آکر پھر تازہ کرتا۔ اُن کے دلوں کی فسادت کو دور کرتا اور عملی طور پر خدا کی توحید قائم کرتا۔ اس بات کو خوب ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ سورہ بقرہ میں یہود کے معائب اور نصاریٰ کے معائب بیان کرنے میں اسطرف اشارہ تھا کہ ایک وقت مسلمانوں پر بھی یہودیت و نصرانیت کا رنگ چڑھ جائیگا اور اُن کی سوسائٹی میں وہی زہرناک مادہ سرایت کرجائے گا آخر اُسوقت بھی قانون قدرت کے موافق اُن میں ایک مصلح کا ظہور ہوگا جو اُن ناپاک حواشی اور عوارض کو رد کرے اور کتاب اللہ اور سُنّت کا سچا متن دنیا کو دکھائے گا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ

اس زمانہ میں بھی ایک طوفان برپا ہے۔ غیر قومیں اسلام کو پاؤں تلے کچلنے اور اس کی بیخ کنی اور استیصال میں پوری طاقت پوری ہمت صرف کرتی ہیں۔ اُدھر خود انگریزی خواں مسلمان اور یورپین تعلیم سے متاثر لوگ اسلام کے اصول و عقائد پر ہنستے اور اسلام کے مسائل اور اُن کی تعلیم کو لغو قرار دیتے اور قہقہے اُڑاتے ہیں۔ گھروں میں پھوٹ پڑگئی ہے۔ اسلام ایک سخت نرغہ میں پھنس گیا ہے۔ عملی توحید کا نام و نشان نہیں رہا۔ سچا ایمان سچا تقویٰ و طہارت یکلخت اُٹھ گیا ہے۔ دل ٹھنڈے ہو گئے۔ قلوب سخت ہو گئے ہیں اور اندرونی اور بیرونی طور کے مفاسد محیط ہو گئے ہیں۔ اندرونی پھوٹ اور کمزوری نے بیرونی حملوں کو قوی اور دلیر کر دیا ہے۔ جاہلیت کی خانہ جنگ قوموں کی طرح مسلمان اپنا سارا زور ایک دوسرے کو تباہ کرنے پر صرف کرتے ہیں اور عموماً عقائد و اخلاق کے لحاظ سے اُن صفات رذیلہ کے مصداق ہو گئے ہیں جو سورہ بقرہ میں مذکور ہوئیں اس لئے رحمت الٰہی نے جو ہمیشہ ایسے وقتوں میں اپنا کام کرتی رہتی ہے۔ اس زمانہ کو مجدد سے خالی نہ چھوڑا۔ اسلام اور اہل اسلام پر ایسے سخت زلزلہ کے وقت مجدد کی ضرورت ایسی ضرورت نہیں کہ ایک غور کرنے والا دل ذرا بھی اس میں تامل کر سکے۔ زمانہ کی حالت آپ مجدد مجدد پکارتی اور ایک عظیم الشان مجدد کی راہ دیکھتی ہے جو اس کے لئے حَکَم اور منصف ہو کر آئے اور اسلام کو اندرونی تباہیوں اور بیرونی حملوں اور حربوں سے بچائے۔ اور اسلام کی اصلی تعلیم اور عملی توحید دنیا میں قائم کرے۔

حضرت مرزا صاحب آئے اور انہوں نے عملی توحید قائم کرنے اور سچا اور زندہ ایمان اور تقویٰ اور طہارت کی جڑ مضبوط کرنے کے لئے اندرونی اور بیرونی یا یوں کہو کہ آفاقی اور انفسی دو کام کئے۔ اندرونی کام یہ کیا کہ غیر قوموں کے حملوں اور اسلام پر ہزاروں قسم کے اعتراضات نے مسلمانوں کے دل میں بڑا تردد و تذبذب اور اضطراب ڈال دیا تھا۔ اور اُن کے زندہ ایمان میں بالکل ضعف آگیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جب ایک مذہب پر سخت حملے کئے جائیں جس جس شخص کو اُن کا جواب نہ سوجھے گا ضرور ہے کہ اُسکی ایمانی قوت میں ضعف پیدا ہو۔ اور جب متواتر اعتراضات کی

جواب نہ - نتیجہ جس کا لازمہ یہی ہو گا کہ یا تو مذہب سے یک لخت دست بردار ہو جانا یا صرف برائے نام اُس مذہب میں داخل رہنا - ایسی ضعیف الایمانی کی حالت میں جبکہ اسلام پر پورا اعتقاد ہی نہیں - سچے تقوی اور طہارت کی کیا توقع ہو سکتی ہے - غرضکہ اسلام پر متواتر حملات کی وجہ سے اسلام اور اہل اسلام کے ایمان میں ضعف آنا ایک ضروری امر تھا - سو آیا -

سب سے پہلا حملہ قرآن اور رسول پر نصارا نے کیا - اس حملہ کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں - کیونکہ حجرہ نشین درویشوں اور ملاؤں اور چار دیواریوں میں بیٹھنے والے لوگوں کے سوا اور کوئی شخص نہیں جو اُن کے حملات سے ناواقف ہو - نصارا نے چھوٹے چھوٹے رسالے ٹریکٹ سیریز اسلام کے رد میں شائع کئے لاکھوں کروڑوں بڑی بڑی کتابیں تردید اسلام میں شائع کیں چونکہ ان لوگوں کے پاس روپیہ بہت ہے اور روپیہ بھی مفت کا اور چندوں کا - اس لئے اُن سے جہاں تک ممکن ہے اور ہوا - اسلام کی تخریب - تکذیب اور استیصال وغیرہ میں کوئی فرق نہ کیا - ان کتابوں کی وجہ سے اسلام میں ایک خطرناک ضعف پیدا ہوگیا - بے انتہا لوگ اسلام سے نکل کر دائرہ عیسائیت میں داخل ہو گئے اور ہزاروں ایسے ہیں کہ ہیں تو مسلمان پر اپنی گود میں مردہ ایمان اُٹھائے پھرتے ہیں -

اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ بہت کچھ ظاہری لالچ بھی اس امر کا باعث ہوا مگر میں نہیں کہہ سکتا - کہ دلوں پر ان رسالوں کا اثر نہ ہوا ہو - ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کی فہرست طلبار .... مڈل دیکھکر مڈل سکولوں کے مسلمان لڑکوں کے نام ایک نہایت خوشنما کتاب عیسائیوں کی طرف سے بھیجی گئی چونکہ یہ کتاب نہایت خوشخط خوبصورت چھپی ہوئی تھی اور ایک ناول کے بھیس میں تھی اور اُس کا نام بھی اثمار شیریں ❀ (میٹھے پھل) تھا - اس لئے لڑکوں کو ضرور

❀ یہ کتاب عربی ناول الباکورۃ الشہیۃ کا ترجمہ ہے جسے عادۃً نصرانیوں نے ایک قرنی فتنہ کے پیرایہ میں اس ڈھب سے لکھا ہے کہ مسلمان مناظر کے دلائل کمزور رکھے ہیں

بھائی ہو گی - بچوں کی طبیعت بالطبع ناولوں کو پسند کرتی ہے - اسپر عبارت سلیس - رسیلی - دلچسپ - نہایت خوبصورت - خوشنما ناول - خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہی اس کتاب کے اثر سے جو طلبا ر کے دلوں پر پہونچا ہو گا - چشم پوشی نہیں کی جاسکتی ممکن ہے کہ اسکو کوئی دیکھکر عیسائی نہ ہوا ہو - مگر دلوں پر اثر اور دھکڑ پکڑ ضرور ہوئی ہو گی - جو لوگ اسلام کی سچی خوبیوں اور اصلی محاسن سے آگاہ نہیں - ایسی کتابوں کے مطالعہ سے اُن کے دلوں پر ایک اثر بد پہونچنا جو کم ازکم اسلام کی سچی روح کے برخلاف ہو - ایک ضروری امر ہے -

پھر انھی دلوں میں ایک اور کتاب شائع کی گئی اس کتاب کا

اور بہت ہی بودے اور نکمے قابل شرم اور اصول اسلام اور اصول عزت کے خلاف باتیں ہیں جو اُس کے مُنہ میں دی ہیں اور عجیب دجل اور مکاری کی ہے جو اسی قوم تا حد انرس قوم کا خاصہ ہے اور جسکا عملی اصول ہے کہ دشمن پر حملہ کرنے یا اُسے قابو میں لانے کے لئے کسی فریب کسی گندے سے گندے جھوٹھہ اور بے حیائی کی تمام راہوں پر چلنے سے کوتاہی نہیں کرتے - چونکہ ان کا سب سے پہلا ناول ایک عاجز انسان کو خدا بنانا اپنے لوازم میں پورا نہیں اُترا اور اُس احمقانہ ناول کا بانی جا بجا غلطی کھا گیا ہے اس لئے ضروری تھا کہ ان کی ہر ایک کارروائی ویسی ہی کج اور غیر موزوں ہو - عقلمندوں کے نزدیک اس **مکار** نصرانی کی کارروائی نہایت قابل نفرت ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے ایک نادان اور نہایت ہی نادان اور ناواقف کو مُناظِر بنایا ہے حال آنکہ باشعور صادق کا یہ فرض ہے کہ دشمن کے اعتراضات کو خوب مضبوط کرکے دکھلاے اور پھر ویسی ہی قوت سے اُس کا استیصال کرے - یوں تو سب مذاہب کے پیرو ایک افسانہ بناکر خوبصورت دشمن کو بدشکل دکھا سکتے ہیں -

نام امہات المؤمنین ہے یہ کتاب ایک مرتد عیسائی احمد شاہ نامی نے تصنیف کی ہے ۔ یہ ایسی گندی ناشایستہ کتاب ہے کہ اسکی بدبو اُن لوگوں کے ناکوں تک بھی پہنچ گئی جنکی قوت شامہ دینی غفلتوں اور ہوائے نفسانی کے مشغلوں میں پھنسکر مر چکی تھی اس کتاب سے اس لئے شور نہیں مچا کہ اُس میں کوئی قوت دلائل ہے ۔ اس کے بہت ہی ناپاک اور ناشایستہ طریق تحریر نے طبائع میں ہیجان پیدا کیا ۔ اُس کے مصنف نے اُس مقدس رسول اور آپ کی پاک بیبیوں پر ایسے گندے اعتراض کئے ہیں کہ کوئی شخص بازاری آدمیوں اور بازاری کنچنیوں اور خانگیوں کی نسبت بھی ایسے اعتراض نہیں کرتا ۔ اُس سید المعصومین علیہ الف الف صلوٰۃ وسلام من رب العالمین کو صریح الفاظ میں زانی اور حرامکار کہکر پکارا ہے فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ۔

کچھ عرصہ گذرا ہے کہ اس سے پہلے زمانہ میں سر ولیم میور نام ایک انگریز نے ایک کتاب لائف آف محمد چار جلدوں میں انگریزی زبان میں لکھی جو محض اسی منشا اور اسی خبث سے لکھی گئی .... کہ پادریوں کو اسلام کی تردید میں مدد ملے اور وہ کھلے طور پر اسلام اور بانی اسلام کی زندگی پر اعتراض کر سکیں ۔ پھر عماد الدین نے اپنی کتاب ہدایت المسلمین تاریخ محمدی وغیرہ میں ایسا گند بکا ۔ ایسی کپکپا دینے والے الفاظ لکھے کہ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض قریب ہے کہ اُن الفاظ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین چور چور ہو جائے ۔ پھر ٹھاکر داس نے اپنی کتابوں میں ۔ صفدر علی مسٹر حسام الدین ۔ مسٹر اکبر مسیح نے اپنی تالیفات میں وہ طوفان مچایا کہ الامان ۔ لدھیانہ کے نور افشاں اخبار نے تو اس بات کا ٹھیکہ ہی لے رکھا ہے کہ خواہ مخواہ اُس سید المعصومین کو گالیاں نکالے اور گند بکا کرے ۔ ہزاروں رسالے ہزاروں کتابیں آئے دن رد اسلام میں ان لوگوں کیطرف سے شائع کی جاتی ہیں اور ایسا فتنہ اور ایسا زلزلہ برپا ہو رہا ہے کہ بیان کرتے کرتے روح کو بھاری صدمہ پہونچتا ہے ۔

تو غرض یہ ہے کہ یہ تمام کتابیں اور رسالے مسلمانوں میں شائع کیے گئے

کیونکہ انھی کا دین و ایمان کھونے کے لئے بنائے گئے تھے۔ اب آپ غور کر سکتے ہیں کہ ان رسالوں کتابوں نے اہل اسلام کے دلوں پر کچھ اثر نہ کیا ہوگا۔ ضرور کیا ہوگا اعتراضات دیکھ دیکھ کر روحوں پر کثافت اور کدورت کا آنا ایک لازمی اور یقینی امر ہے۔ عیسائیوں کی جو غرض مطلوب تھی اُن کو حاصل ہو گئی۔

حال میں المؤید ایک مصری اخبار نے ایک پادری کی تجویز کسی عیسائی اخبار سے نقل کی ہے کہ کیونکر مسلمانوں کو اسلام سے بآسانی گمراہ کیا جا سکتا ہے۔

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان سب کتابوں کے رد موجود ہیں جو مسلمانوں نے لکھے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ غالباً کوئی کتاب نہیں جس کا رد نہ لکھا گیا ہو۔ مگر در حقیقت یہ دھوکے کی بات ہے۔ وقت وقت کی باتیں ہیں خدا تعالے اُن برگزیدوں کو جزائے خیر دے جنھوں نے اپنی بساط کے موافق اس سیاہ کفر کا مقابلہ کیا اور اُس وقت کے لوگوں کو یسوع کی بھیڑوں یا بھیڑیوں کے مُنہ سے چھڑایا۔ مگر اب طرز کلام بدل گیا ہے اور در حقیقت وہی طرز ہے جسے قرآن حکیم نے سب سے پہلے اختیار فرمایا اور اسی کو اس زمانہ کے مجدد نے پھر زندہ اور تازہ کیا۔ پہلے وقتوں میں الزامی جواب بڑا کام دیتے تھے مگر حقیقی اور کارگر حربہ وہی ہے جو قرآن میں ہو کر ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہاتھ میں لیا ہے۔ حضرت مجدد نے تردید نصاریٰ کے لئے اصول بحث ایسے قائم کئے ہیں کہ قیامت تک انکی تردید اس قوم سے نہ ہو سکے گی۔ ایک یہ اصل کہ ہر ایک کتاب آسمانی کا یہ فرض ہے کہ دعویٰ بھی آپ کرے اور اُس کی دلیل بھی آپ دے نہ کہ دلائل میں وہ کتاب خود گونگی ہو اور اُس کے وکیل اپنی طرف سے باتیں بنائیں۔ گویا اُسکی جگہ اپنی طرف سے ایک نئی کتاب پیش کریں۔

اس اصول نے مذہب صلیب کو سخت صدمہ پہونچایا ہے حقیقت میں انجیل کے پڑھنے سے یہ بات کبھی ثابت نہیں ہو سکتی کہ مسیح نے کہیں یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں خدا ہوں۔ اور پھر میری خدائی کے لئے یہ دلیل ہے۔ میں نے یہ آسمان پیدا کر لیا۔ یا یہ زمین پیدا کر لی۔ یا فلاں چیز کا میں خالق ہوں اور عام انسانوں سے مجھ میں یہ ممیز صفات ہیں۔ تو اب جبکہ نہ انجیل میں کبھی مسیح نے ایسا دعویٰ کیا ہے اور نہ اس دعوٰی

پر انجیل میں کوئی دلیل ملتی ہے مسیح کی الوہیت تو قطعاً باطل ہوگئی پادریوں نے اس کھوٹ کھلے کھن کھائے ہوئے شہتیر کے سہارے کے لئے بہت مواد ادھر ادھر سے جمع کئے ہیں مگر کیا خوب ہوتا جو کتاب بھی چھوٹے منہ سے کبھی کچھ بولتی ۔ مگر نہیں یہ عظمت بالا استقلال و بالا امتیاز قرآن ہی کے حصہ میں آنے والی تھی کہ اس کے ہر دعوے کے ساتھ دلیل بھی ہو ۔ یہ دعوی اس قسم کا ہے کہ جب حضرت مجدد نے مباحثہ امرت سر میں آتھم کے مقابلہ میں اس اصل کو پیش کیا تو اس کی تردید الشی ہرگز نہ ہوسکی نہ اس اصل کے مطابق وہ انجیل سے مسیح کی خدائی ثابت کرسکے صرف مہمل دعاوی اور قیاسی حواشی بیان کرتے رہے جنکا اُن کی اصل کتاب انجیل میں نام ونشان تک نہیں ملتا ۔ عقلمند اور علم کلام کے دقائق و معارف سے واقف اُسی وقت سمجھ گئے کہ مسیح موعود نے اپنا کام پورا کر لیا اور حق نے باطل کا سر کچلا اور لیظھرہ علی الدین کلہ کا منشا پورا ہوگیا ۔ اگرچہ باطل نے کمال شوخی اور خیرہ سری سے کئی روز تک فضول کلامی کی مگر اُس کے پاؤں اس حملہ نے اکھاڑ دئے تھے ۔ لیکن سب سے بڑی بات جو حضرت موعود سے مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ آپ رات دن تحریر سے تقریر سے عقد ہمت سے دعا سے مال سے جان سے غرض اپنی ساری طاقتوں سے اسی کام میں لگے رہتے ہیں نہ کبھی تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں ۔ اور یہی چیز ہے جس سے کامیابی کی خوشبو آتی ہے ۔ اور یہ اصرار و استبداد اس کام پر اور انقطاع تام اسی کی طرف بتاتا ہے کہ آپ اس کام کے لئے خدا کی طرف سے لگائے گئے ہیں اور اس لئے ضرور کامیاب ہوں گے اور در حقیقت ایک مجدد یا مامور من اللہ کا یہ کام نہیں ہوتا کہ ایک کتاب کی تردید بنا کر اُسی پر کفایت کرکے بیٹھ رہے ۔ بلکہ اُسکا بھاری کام یہ ہوتا ہے کہ بے انتہا کوشش اور انتھک محنت سے برابر اپنے فرض منصبی میں لگا رہے اور اُس کے استقلال کے پاؤں میں کبھی اور کسی طرح جنبش نہ آئے ۔ کوئی ترغیب یا ترہیب اُسکو فرض منصبی سے روک نہ سکے ۔ بیشک اور لوگ بھی رد نصارا میں مصروف ہوئے مگر جس استقلال و استقامت کے ساتھ حضرت مرزا صاحب

اس کام میں مصروف ہیں اور جس التزام و اصول کے ساتھ وہ کسر صلیب کر رہے ہیں وہ سب سے جدا اور بالکل جدید اصول پر مبنی اور ممتاز طریقہ ہے

ہاں ایک اور کاری حربہ ہے جسے حضرت مجدد نے ابطال نصاریٰ اور کسر صلیب کے لئے وضع کیا ہے جس زد سے مذہب کفارہ بالکل جڑ بنیاد ہی سے اکھڑ جاتا ہے۔ اور جس سے سچ مچ عیسائیوں کو ایک بڑا بھاری صدمہ پہونچا ہے اور جو اُن کو قیامت تک سر اُٹھانے نہیں دے گا وہ مسیح کی وفات و موت کے متعلق ہے - اس دعوے کو حضرت مجدد نے بڑے دلائل و براہین کے ساتھ قرآن شریف سے اور انجیل سے ثابت کیا ہے اور دلائل ... کی قوت سے صلیب اور صلیبی مذہب کی جڑ اُکھاڑ دی ہے - پہلے متکلمین کے کلام میں یہ بڑا بھاری نقص تھا کہ اس راہ سے انہوں نے نصاریٰ پر حملہ نہیں کیا اور دوسرے حربوں سے اس زہریلے سانپ کا سر کچلا جانا دشوار تھا۔ اس باطل کی شوخی اُن کے مقابل میں کم نہ ہوئی اُس فیج اعوج میں حضرت عیسیٰ ایک ایسی مخلوق مانے گئے تھے جو دیگر انبیاء سے ہر رنگ میں نرالے تھے - وہ بیہودہ مسلّمات و مفروضات اور توہمات پر جمے رہے اور خدا کے صریح کلام میں غور نہ کی کہ کیوں بالخصوص کتاب حکیم نے حضرت عیسیٰ کی توفی کی بحث چھیڑی ہے اور اس توفی عیسیٰ کی توضیح و تائید کے لئے اسی لفظ توفی کو متعدد مقامات میں کتاب کے ذکر کیا ہے اور انہیں موت کے ایک ہی معنے کر کے حضرت عیسیٰ کی موت پر ابدی مہر لگا دی ہے -غرض اس باطل کے استیصال کے طریقوں میں اسی طریق کی کمی اور بڑی بھاری کمی تھی جسے حضرت مامور نے پورا کیا اور اسے ایسا پکڑا ہے کہ دس سال ہو گئے اب تک چھوٹنے میں نہیں آتے - اور حقیقت میں یہ بہت کاری ہتھیار ہے اس لئے کہ اگر مسیح فوت ہو گئے ہیں اور بنی نوع کی طرح زمین میں مدفون ہیں تو الوہیت سراسر باطل ہے - ایک پادری نے بھی اعتراف کیا کہ اگر مسیح مر گیا ہی

تو ہمارا مذہب بھی ساتھ ہی مر گیا ہے۔ قربان جایئے کیا ایک ہی کام کی بات پکڑ لی ہے اور یہ توفیق بجز خدا کی ہدایت کے کیونکر ہو سکتی ہے۔

بعض لوگ اس دھوکے میں ہیں کہ اس سے پیشتر سرسیّد نے بھی وفات مسیح کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی اور مضمون لکھا۔ مگر واضح ہو کہ سرسیّد سے پہلے بہت سے حکمائے یورپ بھی یہی رائے ظاہر کر چکے ہیں۔ فضلائے یورپ کی کتابیں اسبارہ میں موجود ہیں اور ہر ایک آزاد خیال اور نیچر میں غور کرنے والا بلا لحاظ کسی کتاب کے گواہی کے بالبداہت اُسکی تجہیل و تحقیق پر آمادہ ہو جاتا ہے جو کسی شخص کی ایسی انوکھی زندگی کا قائل ہو۔ جناب سید بھی طبعاً اُس بات سے گھبراجاتے ہیں جس سے یورپ کے فلسفی گھبراتے اور بیزار ہوتے ہیں۔ ضرور تھا کہ عادتاً سید صاحب بھی اسپر سرسری کچھ کچھ کہتے۔ اس میں آپ منفرد نہیں ہیں۔ اور نہ مجھے یہ ثابت کرنا ہے اور نہ ضروری ہے کہ حضرت اقدس نفس بحث موت مسیح میں منفرد ہیں۔ اور نہ مجدد کے یہ معنے ہیں۔ اصل اسکی تو تمام تفسیروں میں موجود ہے بحث تو طرز تحریر و استدلال و طرز تبلیغ میں ہے۔ الغرض سرسید نے بھی توفی کے متعلق بحث کی اور حضرت مرزا صاحب نے بھی۔ مگر اصل اصول کی طرف خیال کیا جائے تو سرسید کی بحث اور مرزا صاحب کی بحث میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ سرسید کی بحث صرف اُسی حد تک ہے کہ جسطرح ایک حکیم فلسفی مزاج بحث کرتا ہے اور عادتاً بلا جوش و اشتغال و جذبہ مذہبی کے قانون قدرت کے لحاظ سے ایک مسلّم شدہ بات کو بیان کر دیتا ہے۔ اس سے زیادہ بحث نہیں کی۔ چونکہ سرسید اُس قانون قدرت کے اصول + کو اپنے نزدیک مانے ہوئے تھے جو اُن کے نزدیک مشاہد

+ حاشیہ قانون قدرت کا لفظ سید صاحب نے بھی استعمال کیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جا بجا اپنی کتابوں میں اسکا ذکر کیا ہے بعض نادانوں نے جو تدبر اور تعمق کی عادت نہیں رکھتے جہالت سے

معائن تھا۔ اس لئے اُنھوں نے اضطراراً وفات مسیح کے متعلق بحث کی نہ بحیثیت
قرآن شریف کے اور نہ اس نیت سے کہ اس اصول کی بنا پر مسیح کی الوہیت کے
کپکپا دینے والے مسئلہ کی بیخکنی کی جائے اور پھر کفارہ و صلیب کا قلع و قمع
کیا جائے اور سچے تقوی و طہارت کو دنیا میں قائم کیا جائے پھر سید کی وہ کتاب
جسمیں اُنھوں نے اس مسئلہ کے متعلق گفتگو کی ایسی شائع و ذائع بھی نہیں
ہوئی۔ خود اُن کا اقرار موجود ہے کہ ہماری کتابیں سو آدمیوں میں بھی شائع نہیں
ہوئیں اور سَو آدمیوں کے دائرہ سے بھی باہر نہیں گئیں۔ اصل یہ ہے کہ سرسید
اور آپ کے ہمخیالوں کا یہ شائع شدہ اصول ہے کہ مذہبی جھگڑوں میں پڑنے
کی کوئی ضرورت نہیں اس سے قوموں میں بغض کینے اور فساد پیدا ہوتے ہیں
چونکہ سرسیّد میں آلہی جوش نہ تھا اور نہ مامور من اللہ تھے اور صرف معمولی تحریکات
کے نیچے آکر مذہب کے متعلق بحث کیا کرتے تھے اس لئے فطرتاً اُن کو ایسی ہمدردی
اور ایسا جوش اسلام کے ساتھ نہیں ہو سکتا تھا۔ جو ایک مامور من اللہ اور سچے

یہ گمان کیا ہے کہ حضرت مجدد نے یہ لفظ سید صاحب سے لیا ہے۔ اگرچہ
ابن تیمیہ اور ابن قیم نے کثرت سے یہ لفظ اپنی کتابوں میں برتا ہے مگر
زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہندی دنیا میں اسے سید صاحب ہی لائے ہیں مگر
حقیقت یہ ہے کہ اُنھوں نے نافہمی سے غلطی کھائی ہے۔ حضرت امام زمان
مجدد صدی چار دہم کا قانون قدرت کتاب اللہ الحکیم ہے۔ ان کا
یہ دعوے اور پختہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ قرآن میں آگیا ہے اُسکے خلاف
سارے جہان کا فلسفہ باطل ہے۔ مثلاً اگر قرآن مسیح کی حیات کا ذکر
کرتا تو سارے زمانہ کے استدلالوں اور استقراؤں کو اس کے مقابل
باطل مانتے۔ پس اس میں نکتۂ معرفت اتنا ہی ہے کہ آپ کتاب اللہ
کو بالبداہت ہر شے پر مقدم رکھتے ہیں اور قانون قدرت اس کے قواعد
منضبطۂ ثابتہ کا نام رکھتے ہیں۔ اور سید صاحب کا یہ اصول نہ تھا اگرچہ

مجدد کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔
اصل یہ ہے کہ مسیح کی وفات کا مسئلہ ایک چھوٹا سا مسئلہ نہیں تھا جسکو معمولی طور پر بیان کر کے چشم پوشی کی جاتی جس نے غور نہیں کی وہ اسے معمولی سمجھتا ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ صلیب کی ساری بنیاد یہی مسئلہ ہے حضرت مرزا صاحب نے قطعی براہین اور حتمی دلائل کے ساتھ یہ ثابت کر کے کہ مسیح بھی اور رسولوں کی طرح ایک بشر رسول تھا اور اسی طرح مر گیا جسطرح اور رسول اور انبیاء مر گئے صلیبی مذہب کی ٹانگ توڑ دی۔ اور پھر کیسی توڑی کہ اس مسئلہ کے متعلق کتابوں پر کتابیں رسالوں پر رسالے لکھتے چلے گئے اور لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اور انکو کوئی خوف اور کوئی دھمکی امر حق کے بیان کرنے سے روک نہیں سکتی ساری دنیا ان کے پیچھے پڑ گئی لعنت۔ ملامت کفر کے فتوے۔ قتل کی دھمکیاں۔ اقدام قتل کے مقدمے۔ جان و مال اور عزت پر حملے یہ سب کچھ کیا گیا۔ مگر وہ مرد میدان اور شیر نبرد اپنے کام سے

وہ واقعی قرآن کو اپنی استطاعت کے موافق سچا مانتے تھے مگر ان کی بحث کا مبلغ بالبداہت یورپ کے فلسفہ کا مسلم قانون قدرت تھا یہی وجہ ہے کہ مسیح کی توفی پر انھوں نے اس راہ سے قدم نہیں مارا جو عامہ اہل اسلام پر حجت قائم ہو جاتی اور اس سے دین کی نصرت و تائید ہوتی اور اہل اسلام اس خطرناک غلطی پر متنبہ ہوتے کہ وہ مسیح کی زندگی مانکر باطل کو کسقدر مدد دیتے اور الحق کی کسقدر کسرشان کرتے ہیں اور باطل انکی پر زور تحریر سے چلا اٹھتا کہ میرا کام تمام ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سید صاحب ایک دنیوی آدمی تھے ان کے مدنظر اور بات تھی۔ انکی فطرت میں ایسا جوش تردید باطل کا پیدا کیونکر ہوتا جو ان کی دنیوی وجاہت کی ترقی کا سد راہ ہوتا۔ یہ اصرار تو کام ان لوگوں کا ہے جو موت سے پہلے مر جاتے

ذرا نہیں ہٹا اور نہ دھیما ہوا جو اُس کے مامورمن اللہ اور من جانب اللہ ہونے
کی ایک صریح دلیل ہے الاستقامت فوق الکرامت۔

سرسید میں ایک حد تک اہل اسلام کی ہمدردی کا جوش تو تھا۔ مگر وہ حقانی استقلال اور الٰہی جوش جو ماموران الٰہی کا خاصہ ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے خدا کے مامور ناکامی اور یاس کا لفظ تک زبان پر لانا نہیں جانتے وہ ہرگز نہ تھا۔ دیکھو ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد سرسید نے رکھی۔ اس بنا پر کہ مسلمانوں کے حق میں اس سے زیادہ اور کوئی مفید تدبیر نہیں کہ انھیں تعلیم اعلیٰ کی طرف مائل کیا جائے اور اس مقصد کے سرانجام کے لئے انھوں نے اپنی تمام عقل اور فراست کا نتیجہ یہ کانفرنس تجویز کی چند سال تک اسکو چلا کر آخر ۱۸۹۳ء میں بڑی یاس اور حسرت کے ساتھ اُس کا جنازہ پڑھدیا۔ اور اپنے زعم میں فیصلہ کردیا کہ اس قوم کی ترقی کے لئے ایک ہی راہ تھی سو اُس میں بھی ناکامی رہی اب یہ قوم زندہ ہو نہیں سکتی۔ افسوس اگر سید صاحب وعدہٗ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کو اُس رنگ میں سمجھتے جو منشا باری تعالیٰ کا ہے تو قوم اسلام کی ترقی سے ہرگز مایوس نہ ہوتے مگر بنیاد فاسد بر فاسد یورپ کی تقلید کو یا اس مغالطہ کو ذرا صاف کردو اس فضول ایجوکیشن کو ہی یگانہ ذریعہ اسلام و قوم اسلام کی زندگی کا سمجھا تو یہ ٹھوکر بھی لگی۔ دنیا کے ایرپھیر کو کون جانتا ہے

اور نام وننگ سے ہاتھ اُٹھا لیتے اور دنیوی حکومتوں کی تنظیم و تکریم کے خیال اور خطابات کے لحاظ سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ اور انبیاء کیطرح سربکف پھرتے ہیں اور درحقیقت بغیر اس ڈھنگ اور ڈھب کے کوئی باطل کب دفع ہوا ہے اور حق نے کہاں اُسکی جگہ لی ہے۔ یہ فرق ہے کاش کوئی غور کرے اور راستباز کی قدر و منزلت پہچانے۔ منہ

زندہ خدا اور زندہ مذہب اور اسکی زندہ قوم کسی فانی اور متبدل اور مردے ستون پر قائم اور موقوف نہیں کہ اُسے اندیشۂ زوال ہو - ترقی و تنزل اضافی اور درمیانی امور ہیں اختلاف لیل ونہار سنۃ اللہ اور وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی حق ہے - یہ بات یونہی سرسری نظر سے دیکھے جانے اور استخفاف سے ٹالدینے کے قابل نہیں - اس میں بھی وہی رمز مخفی ہے کہ سید صاحب میں وہ فطری اور جبلی اور قدرتی فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا والا جوش نہ تھا اور نہ کبھی سنا گیا ہے کہ خدا کا سچا مامور حقیقی مجدد باوجود قوم کی بے التفاتی اور کفران نعمت کے اپنے امر مفوض سے دست کش ہو جائے - یعقوب اپنے بیٹوں کو حکم دیتا ہے لَا تَیْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یَیْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ یاس اور قنوط مجوبوں کی سرسری اور سطحی کوششوں کا آخری نتیجہ ہوا کرتا ہے اسلام اور مسلمانان زندہ اسلام اور زندہ قوم مسلمانان اور اُنکی زندہ کتاب اور اُنکا زندہ غیر فانی بیت الحرام اور زندہ نمونہ مدینہ طیبہ میں مرقد مبارک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا - پھر جو شخص اتنی زندگیوں کے ہوتے ہوے اس زندہ شے پر جنازہ پڑھدے اُسکی بصارت یا بصیرت کی نسبت ہم کیا کہیں - اصل یہ ہے کہ مجاہدات سے کبھی نہ اُکتانا اور یاس کے کسی محاورہ کو زبان پر نہ لانا یہ مامورانِ الٰہی ہی کا خاصہ ہے جن کے کان سُننے کے ہوں سُنے اور جسمیں دل ہو وہ سمجھے -

اس کے برخلاف حضرت مرزا صاحب کے استقلال - استقامت اور عزم کا اور ہی رنگ ہے - اُن کا حقانی جوش - سچا اشتغال - فوق العادۃ استقلال - اُنکو یاس اور قنوط کا لفظ زبان پر لانے نہیں دیتا - خدا تعالیٰ کی طرف سے جس بات کے لئے وہ مامور اور حکم ہوکر آئے ہیں - اُس فرض کے پورا کرنے میں کوئی مزاحمت و مخالفت اُن کو دھیما نہیں کر سکتی نا امیدی اور یاس کا لفظ وہ جانتے ہی نہیں - وہ اپنے دھُن کے ایسے پکّے ہیں کہ جس بات کے پیچھے پڑے - جس بات کا بیڑا اُٹھایا اُس کے اظہار و تکمیل میں اُنھیں کسی لائم کی ملامت کسی لاعن کی لعنت

کا ہرگز خوف نہیں نہ کسی قسم کی نوامیدی اُن کے پاس پھٹک سکتی ہے۔ مسئلہ توفی ہی کی طرف غور کرو۔ اس مسئلہ کے اظہار میں اپنے بیگانے چھوٹے بڑے اُن کے دشمن ہو گئے مگر اُنھوں نے کس قدر استقلال دکھایا اور کیسی استقامت ظاہر کی کہ نہیں ٹلے۔ نہیں جھجکے۔ نہیں دبے ہوئے۔ جب تک عیسائیوں کے خدا (یسوع مسیح) کو موت کا مزہ چکھا کر اس دنیائے فانی سے رخصت نہیں کر دیا۔

حضرت مرزا صاحب نے عیسائیوں کی انجیل سے قرآن شریف خدا کے کلام سے بڑے بیّن دلائل کے ساتھ یہ امر یقینی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح بالکل اور نبیوں کی ہم رنگ تھے اور دیگر نبیوں کی طرح وفات پا گئے بجسد عنصری آسمان پر اُٹھائے نہیں گئے نہ کسی غیور مسلمان کا دل اس امر کو باور کر سکتا ہے اور ایک لحظہ کے لئے بھی تسلیم کر سکتا ہے کہ جو بات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روا نہ ہو وہ ایک اسرائیلی نبی کے لئے روا ہو جائے ایک مسلمان آدمی کا دل ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس بات کو کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ تمام نبیوں کا سرتاج۔ سارے رسولوں کا فخر رحمۃ عالمین سید المرسلین خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ و السلام من رب العلمین تو قبر کے اندر مدفون ہو اور ایک اسرائیلی نبی جو محض شریعت موسوی کا مجدد اور متبع تھا اور جس کے احکام مختص المقام مختص القوم تھے وہ چڑھتے چڑھتے آسمان پر چڑھ جائے اور رب العلمین کے عرش پر متمکن ہو کر خدا کے داہنے ہاتھ جا بیٹھے ایک رسول اور رسولوں † کے سردار حضرت محمد رسول اللہ

---

† حضرت مسیح کو جب قوم یہود نے صلیب دینا چاہا اور خدا تعالےٰ نے انکو بچایا تو قرآن میں اس موقع پر یہ الفاظ ہیں ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین اور یہود نے بہت سے منصوبے باندھے اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ کی تدبیر سب پر غالب آگئی اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر جب یہ موقعہ آیا اور کفار مکہ نے آنحضرت کے قتل کا عزم مصمم کیا اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو بچا لیا تو اُس موقع پر بھی یہی الفاظ ہیں واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او

صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جب کفار قتل یا قید یا اخراج کا ارادہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ اُسکو کھڑکی کی راہ سے نکال لے جائے اور وہ غار ثور میں جا چھپے۔ اور راستہ کاٹ کاٹ کر خائفاً یترقب مدینہ میں پہونچے۔ اور دوسرے اسرائیلی نبی مسیح پر جب اُسی قسم کا نازک موقع آئے تو اُسکو خداوند تعالیٰ آسمان پر چڑھا لیجائے عرش پر جا بٹھائے۔ صاحبان! اگر آپ میں سے کوئی شخص اس امر کو روا رکھ سکتا ہے تو رکھے اور اُسکو اختیار ہے۔ لیکن میری روح تو کانپ اُٹھتی ہے جب اپنے رسول کی نسبت یہ تجویز کروں کہ اُسکو خداوند تعالیٰ نے قبر میں مدفون کرایا۔ اور اسرائیلی نبی کو آسمان پر چڑھایا۔ خاتم النبیین کو اللہ تعالیٰ نے ایک تاریک اور پُرخوف غار ثور میں جگہ دی۔ اور مسیح کی ایسی عزت کی کہ اُسے آسمان پر چڑھا کر اپنے دہنے ہاتھ بٹھایا۔ حاشا وکلا۔ کہ میں کسی اسرائیلی نبی کو اپنے نبی پر کسی امر کسی فضیلت میں ترجیح دوں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے صفات کا کامل مظہر ٹھیرایا ہے۔ اور جہاں تک میرا اعتقاد ہے اللہ تعالیٰ

یقتلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکر الله والله خیر الماکرین٥

اور جب کافر تیرے قید یا قتل یا اخراج وطن کی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور تیرے خلاف سخت منصوبے باندھ رہے تھے اور اللہ بھی ایک تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی تدبیر سب پر غالب آگئی۔

اب دونو ہم جنس واقعوں میں سے ایک کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص اللہ کو اسقدر پیارا تھا کہ اُسے آسمان پر چڑھا لیا۔ اور داہنے ہاتھ بٹھا لیا اور دوسرے کی نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اُسکو نہایت تکلیف اور اذیت سے غار ثور میں رکھا۔ اور بڑی مصیبت سے مدینہ میں پہنچایا فتفکروا یا اولی الالباب۔ منہ

نے اپنے صفات کا کامل مظہر ٹھیرایا ہے اور جہاں تک میرا اعتقاد ہے اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کا کوئی ایسا تقاضا نہیں جس کا مظہر اُس نے اپنے پاک اور مقدس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ بنایا ہو تو کیسے افسوس کی بات ہے۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ ایسے کامل و مکمل ہادی خدا کی صفات کاملہ کے مظہر اتم کی نسبت کوئی ایسی بات روا رکھی جائے۔ جسمیں اُن کی کسر شان ہو یا جسمیں کسی اسرائیلی نبی کو اُن پر ترجیح ہو۔ اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کی زندگی و موت کو جو خاتم النبیین ہیں تمام نبیوں کی زندگی و موت کے لئے نمونہ ٹھرایا ہے پس کبھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی ایسی فضیلت کسی دوسرے نبی میں پائی جائے جس سے حضرت رسول کریمؐ کی ذات والاصفات محروم رہ جائے۔ اگر قبر میں دفن ہونے سے بچا رہنا یا زندہ بجسد عنصری آسمان پر جا بیٹھنا کسی نبی کے لئے روا ہوتا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات کے لئے ہوتا نہ حضرت مسیح کے لئے۔ حضرت مسیح کو کیا خصوصیت ہے کہ وہ حضرت خاتم النبیینؐ سے اس فضیلت میں بڑھ جائے۔ اور اُس نے اپنی پہلی زندگی میں کیا کرکے دکھایا + جو اُسکو اتنے عرصہ تک کے لئے آسمان پر زندہ رہنے

+ حاشیہ: انجیل مروجہ محرفہ سے صاف ظاہر ہے کہ اپنی سہ سالہ زندگی میں حضرت مسیح نے کوئی نمایاں ترقی اور معتدبہ اصلاح کرکے نہیں دکھائی یہود نے سخت تکذیب کی اور صلیب پر چڑھانے کو تیار ہوے۔ غیر قومیں ایمان نہ لائیں چند ایک حواری جو مصاحب خاص تھے ان کا حال ناگفتہ بہ ہی ساری عمر ضعیف الایمان اور بے اعتقاد رہے اور صلیب کے موقعہ پر سب کے سب فرنٹ ہو گئے پطرس نے جھوٹی قسم کھائی اور مسیح پر لعنت کی یہودا نے تیس روپے رشوت کے لے کر اپنے منجی مسیح کو گرفتار کرایا۔ چنانچہ ولیم میور صاحب اپنی اردو تواریخ کلیسیا کے صفحہ (۸) میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے حواریوں اور شاگردوں نے اب تک

دیا جاتا۔ تا پھر آسمان سے اُتر کر ویسی ہی عملی کارروائی کرکے دکھاتا پھر یہ بھی غور کرو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے لئے اور اُس محمد احمد اور محمود کے مذہب کی خاطر ایک اسرائیلی نبی کو کیا غیرت ہو سکتی ہے اور اُسے غیرت کی کیا ضرورۃ ہے۔ احمد کے دین کی غیرت تو کسی ایسے شخص کو ہو سکتی ہے جو احمدؐ ہی کے دین پر احمدی دین کا غمخوار اور ہمدرد اور **احمدی کا غلام** ہو۔

سچ پوچھو تو حضرت مسیح کا بجسد عنصری زندہ ماننا عیسائیوں کے عقیدہ کی بہبودی ناپید ہے اور عیسائیوں کے ہاتھ میں یہ کتنا بڑا حربہ ہے کہ مسیح کو حی قیوم خدا کی طرح حی قیوم بنایا گیا اور خداوند کے عرش پر بٹھایا گیا حقیقت میں یہ عقیدہ خلقت کے تباہ اور ہلاک کرنے کے لئے عیسائیوں کے پاس ایک ہتھیار زبردست چلا کہ

اُس کی تعلیم کی حقیقت کو نہ سمجھا تھا اور اُن کا سُست ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی اُمید میں لگا ہوا تھا۔ اُس کے گرفتار ہوتے ہی وہ سب بھاگ گئے۔ اور پطرس نے جو عدالت میں گیا وہاں اپنے خداوند کا انکار کیا انتہے

گارڈ فری ہگنس صاحب اپنی کتاب اپالوجی کے صفحہ ۲۱ میں فرماتے ہیں کہ عیسائی اسکو یاد رکھیں تو اچھا ہے کہ محمد صاحب کے مسائل نے وہ نشا دینی اپنے پیرووں میں پیدا کیا جس کو مسیح کے ابتدائی پیرووں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے اور آپ کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں۔ چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالی شان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔ جب عیسیٰ کو صلیب پر لے گئے تو اُن کے پیرو بھاگ گئے۔ برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈالکر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔ پس اگر آسمان پر تشریف لے جانے اور قیامت تک زندہ رہنے اور پھر دنیا میں تشریف لیجانے کا حق تھا تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا جسکی دشمن بھی تعریف کرتے ہیں نہ حضرت مسیح کا جنکی نسبت اُن کے متبعین بھی سخت شاکی ہیں۔ منہ

اور دیہات کے سادہ مسلمانوں کے آگے یہی دانہ یہ رمز دور پھینکتے ہیں کہ تمہارا نبی مٹی میں ملگیا اور ہمارا آسمان پر بیٹھا ہے میرے پاس ایک سادہ غریب عورت نے جو مشن ہسپتال میں دوائی لینے گئی تھی بڑے تعجب سے یہ بیان کیا کہ مس ڈاکٹر یہ کیا کہتی تھی کہ تمہارا نبی مر کر خاک ہوگیا ہے اور ہمارا عیسیٰ زندہ آسمان پر ہے۔

حضرت رسول کریم کی بعثت کے وقت معبودان باطل پوجے جاتے تھے۔ لات و عزیٰ کی پرستش کی جاتی تھی ہند میں رام چندر مہادیو وغیرہ کی پوجا ہوتی تھی۔ قرآن کریم نے کسی کی تردید کی نسبت ایسا مباحثہ ایسی ناراضگی ظاہر نہیں فرمائی جیسے مسیح کے ابن اللہ ہونے کی نسبت قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تکاد السموات یتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال هدا ان دعوا للرحمن ولدا قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق اور شگاف ہوجائے پہاڑ چور چور ہو جائیں اس بات سے کہ مسیح کو رحمن کا بیٹا قرار دیا جاتا ہے تو خدا کو اتنی خفگی کی ضرورت کیا تھی؟ قرآن شریف جیسی حکیمانہ کتاب میں ایسے خطرناک الفاظ کیوں استعمال ہوئے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس ابنیت مسیح کے عقیدہ کی بنا پر سخت گندگیاں۔ ناپاکیاں۔ زناکاریاں۔ فسق و فجور پھیلیگا زمین خطرناک بدکاری سے بھر جائے گی جس سے قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ جائے زمین پھٹ جائے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور قیامت برپا ہو جائے۔ اور سچ ہے جسنے یہ عقیدہ اختیار کیا وہ راستبازی۔ تقویٰ۔ طہارت سے کوسوں دور جا پڑا اُسے تمام راستبازوں کو چور ڈاکو اور رہزن قرار دینا پڑا خدا کے پاک نبیوں میں سے کسیکو زانی کسی کو بدکار کسی کو قاتل وغیرہ ماننا پڑا۔ مسیح کی ابنیت الوہیت اور کفارہ کے عقیدہ نے شریعت الٰہی کی پیروی کا سخت استخفاف کیا ہے اور راستبازوں کا چال چلن محض لغو اور ناقابل اقتدا اور نمونہ کے مانا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر

۱؎ یوحنا ۱۰ باب ۸ میں سب انبیاء کو چور اور بٹ مار کہا گیا ہے۔ پیدائش ۱۹-۳۵-۳۸ باب سموئیل ۱۱-۱۲-۱۶ باب وغیرہ ملاحظہ ہو کسی نبی کو قاتل۔ کسیکو زانی وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔ منہ

راستباز نبیوں کی سیرت خدا کی نگاہ میں قرب و نجات کا ذریعہ ہو تو کفارہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور کفارہ کی خاطر مسیح میں ایک وہمی عصمت ثابت کرنے کے لئے ضروری ہوا کہ تمام قدوسیوں کو سخت گناہگار بنایا جائے۔ اس عقیدہ کفارہ نے راستبازی اور راستبازوں کی کوئی قدر و وقعت نصرانیوں کی نگاہ میں نہیں رکھی۔ شریعت باطل۔ توراۃ تقویم ✝ پارینہ ٹھہری۔ بلکہ شریعت کے ماننے والے اور اعمال صالحہ اور تقویٰ اور طہارت پر بھروسہ رکھنے والے لعنتی قرار پائے اور سخت درجہ کی ناپاکی گندگی پھیلائی گئی لوگ ان امور کو خفیف نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ ہوا کیا۔ کاش وہ غور کریں کہ اس قدر جہری فسق و فجور کی اصل جڑ اور اسباب کیا ہیں اور کم سے کم اسی میں غور کریں کہ قرآن کریم نے اس عقیدہ ولدیت پر اتنا اظہار بیزاری کا کیوں کیا ہے اور کس نتیجہ کو مدنظر رکھکر قرآن میں یہ غضبناک الفاظ بولے گئے ہیں حقیقت ہیں جہاں جہاں ان لوگوں کا قدم پہونچا تقویٰ طہارت خشیت اللہ جاتا رہا۔ اُن میں راستبازی دور ہوگئی اور کفارہ کے مسئلہ نے دلوں میں عجیب بیباکی اور ناپاکی مخمر کر دی۔

حضرت موعود علیہ السلام نے اس معاملہ میں ۱۸۹۱ء سے کارروائی شروع کی آپ نے اس خصوص میں وہ طریق اختیار کیا جو آج تک کسی کو نہیں سوجھا۔ آپ نے معقولی قوم کے سمجھانے کے لئے مسیح کی وفات کو فلسفیانہ اسلوب اور ڈھنگ پر جدا بیان کیا اور تمام مسلمات والفاظ قرآنی کو بحال رکھکر اور احادیث صحیحہ ثابتہ کو قائم رکھکر منقولی طرز پر جدا ثابت کیا اور اس بارہ میں ایسی مبسوط بحثیں کی ہیں اور پے درپے اور متواتر تحریریں لکھی ہیں کہ اس وقت تک اشتہارات اور رسائل کی تعداد لاکھوں اوراق تک پہونچ چکی ہے چنانچہ کنواری لڑکیوں تک واقف ہوگئی ہیں کہ مسیح اسرائیلی نبی اور انبیاء کی طرح فوت ہو گیا ہے۔

✝ رومیوں کا ۳۰ باب ۲۸ آیت اور غلاطیہ کا ۳ باب ۱۰-۱۳ ملاحظہ ہو۔ جہاں شریعت کے ماننے والوں کو لعنتی قرار دیا گیا ہے۔ منہ

ان پڑھ دیہات میں متمدن قصبات میں غرض ہر ایک متنفس کی زبان پر چڑھ گیا۔ اور زمین سے آسمان تک شور پڑ گیا کہ عیسائیوں کا خدا یسوع مسیح مر گیا۔ مر گیا۔ اور اب کسی کے جلانے سے وہ جی نہیں سکتا۔ یہ ساری کارروائی کس نے کی اور یہ سب اصلاح کس کی ذات سے ہوئی صرف حضرت مرزا **غلام احمد** قادیانی کی ذات والاصفات سے جنکی فطرت میں جبلتاً اس ریفارمشن کا مادہ خدا کی طرف سے ودیعت رکھا گیا تھا۔ اور درحقیقت یہ کام بھی انھیں کا ہے جو فطرتاً اس کام کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ بہتیرے لوگ ہیں جو شراب نہیں پیتے۔ اس لئے نہیں کہ خدا کی مخالفت اور گناہ ہے۔ بلکہ طبعاً۔ اور بہت لوگ ہیں جو شراب وغیرہ کی بیخ کنی کے لئے بڑی بڑی اسپیچیں دیتے تحریروں اور تقریروں سے شراب کی مذمت کیا کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کے استیصال کے لئے سچا جوش پیدا نہیں کر سکتے۔ انکی ریفارمیشن بالکل تھوڑے سے ہی لوگوں تک محدود رہتی ہے اور آخر کار تھک کر رہ بھی جاتے ہیں۔ ان میں طبعی جذبات کے اظہار کے سوا سچا جوش پیدا ہو نہیں سکتا۔ بخلاف ان لوگوں کے جو خدا سے قوت پاکر اور مامور من اللہ ہو کر ریفارمیشن کا بیڑا اٹھاتے اور ایسا فوق العادۃ استقلال ظاہر کرتے ہیں۔ کہ نہیں ٹلتے نہیں تھکتے نہیں ہارتے۔ جب تک اس اصلاح کو دنیا میں قائم نہ کر جائیں۔ دنیا میں جن لوگوں نے کسی ناپاک عادت کے استیصال کا بیڑا اٹھایا ہے اور آخر کار اس ناجائز حرکت کو اڑایا ہے وہ ہمیشہ اسی قسم کے راستباز تھے۔ جو ایک بات پر ایسے اڑے ایسا استقلال دکھایا کہ دنیا کے کسی لالچ یا رعب نے ان کے ارادہ کو ذرا متزلزل کیا اور بیشک اسی ریفارمیشن سے پھر ایسے عمدہ نتیجے اور پاکیزہ چشمے پیدا ہوئے کہ ساری زمین انکے روحانی فیضان سے سیراب ہو گئی۔ ایسی ہی لوگوں نے اہل دنیا کے سامنے ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنا کر دکھایا۔

مجددین الٰہی اور مامور من اللہ لوگ جنکا سرچشمہ روح ورانی ہوتا ہے۔ وہ جب کبھی کسی ریفارمیشن یا تجدید کا ارادہ کرنا چاہتے ہیں کبھی ٹلتے ہی نہیں۔ لوگ لاکھ جتن کریں کتنی ہی جان توڑ کوشش کریں۔ وہ اپنے ارادہ سے

ڈگمگانا جانتے ہی نہیں۔ انکو کوئی ترغیب یا ترہیب ارادہ حقہ کے اتمام و اکمال سے ہرگز روک نہیں سکتی یہی وجہ ہے کہ اغرنیاان محمد دین کو مجنون کہنے لگتی ہے جیسے ہمارے رسول اکرم کو بھی کہا گیا کہ انّكَ لمجنُون۔

لیکن جاننا چاہیئے کہ مجنون سے مراد انکی وہ پاگل یا سودائی یا دیوانہ نہیں تھی جو بازاروں میں وحشیانہ حالت میں ادھر اُدھر پھرتے ہیں۔ کافر لیبا تو آنحضرت کی نسبت کہہ نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ آپکی اخلاقی تعلیم ایسی اعلےٰ درجہ کی ہے کہ کوئی اعلےٰ سے اعلےٰ دانشمند اور حکیم بھی ایسی تعلیم دے نہیں سکتا۔ اور نہ دیوانہ کی بات کا کوئی ٹھکانا ہوتا ہے۔ مجنون کی ایسی فطرت ہی نہیں ہوتی کہ ایک بات پر قائم رہے جیسے اُسکی مزاج میں سراسیگی ہوتی ہے ویسے ہی اُس کے اخلاق و عادات میں بھی کوئی استقلال نہیں ہوتا اور حضرت رسول کریم کا استقلال تو ایسا پکا اور مضبوط تھا کہ دنیا میں اُسکی نظیر ممکن ہی نہیں۔ کفارنے آپکو دہمکیاں دیں۔ مال و دولت کا لالچ دیا۔ اپنا بادشاہ بنانا چاہا۔ اطاعت اختیار کرنی چاہی اعلےٰ سے اعلےٰ خاندان کی عورت نکاح میں دینے کی آرزو ظاہر کی۔ اور کوئی دقیقہ ترہیب یا ترغیب کا اُٹھا نہ رکھا مگر حضرت کے عزم اور ارادہ میں ذرا لغزش نہ آئی اور آپ نے صاف فرمادیا۔ کہ اگر آفتاب میرے داہنے ہاتھ اور ماہتاب بائیں ہاتھ لاکر کھڑا کر دیا جاوے تاہم میں اپنا فرض ہرگز ہرگز چھوڑ نہیں سکتا اور نہ کبھی اسبات کی اُمید رکھنی چاہیئے۔

پس جب حضرت رسول کریم کا یہ استقلال اور یہ عزم بالجزم تھا تو ان معنوں سے تو کافر آنحضرت کو مجنون ہرگز نہیں کہہ سکتے تھے۔ کہ اُنکی بات کا کوئی ٹھکانا نہیں یا ان کے ارادہ میں کوئی ثبات نہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ آنحضرت کو مجنون ایک اور ہی معنے میں کہتے تھے یعنی یہ کہ دھنی آدمی ہے ایک بات کے پیچھے ایسا پڑا ہے کہ ہرگز اُسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اُس صادق مصدوق ماموُر من اللہ کو یہی فرمایا تھا واعبد ربك حتى ياتيك اليقين کہ اپنے رب کی عبادت کر اور ایسا فوق العادت استقلال و ثبات دکھا کہ موت تک

تیرے حرکات واستقلال وافعال میں فرق نہ آئے۔ دیکھو وہ آواز جو شروع میں مکہ کے اندر آپ کے منہ سے نکلی وہ ہرگز نہ بدلی سیکڑوں تکلیفیں اُٹھائیں۔ ہزاروں اذیتیں سہیں شعب ابی طالب میں تین برس محصور رہے آپ کے قتل اور قید کے منصوبے سوچے گئے۔ وطن چھڑایا گیا۔ ہر قسم کی ترغیبات پیش کی گئیں۔ تمام کفار۔ سارا عرب آپ کی مخالفت میں تُل گیا مگر اُنہیں سے کوئی بات بھی آپ کی اُس پہلی آواز کو نہ مٹا سکی۔ پھر جب مدینہ میں آپ کو عروج نصیب ہوا تمام کفار فی النار والسقر ہوگئے۔ اور ہر طرح امن وامان ہوگیا اور کوئی روک باقی نہ رہی۔ اُس وقت بھی وہی آواز یعنی کلمہ طیبہ اُس پاک رسول کی زبان پر تھا یہ فوق العادت استقلال اور خارق عادت استقامت ہی ایک سنتے تھی جو دنیا میں ایک بالکل نئی اور بے نظیر انقلاب پیدا کرنے کی اصل اصول تھی اور یہ سیرت آپ کی نمونہ ٹھہر گئی آیندہ زمانوں میں ہر ایک خلیفۃ اللہ کے لئے جو تجدید دین کا متکفل ہو۔ اور یہ ناطق شہادت ٹھہر گئی کہ اگر اس میں ویسی ہی غیر متزلزل استقامت ہوئی تو وہ لامحالہ ظل النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہوگا۔

اسلام کی ابتدائی حالت میں جب کہ ہر طرف سے بے سامانی اور ناتوانی کے اسباب محیط تھے خداوند علیم نے یہ خبر دی اور یہ پرشوکت دعوی کیا گیا یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد القہار قریب ہے کہ وہ دن آجائے۔ جب کہ یہ زمین وآسمان بدل کر نیا آسمان وزمین ہو جاوے اور دنیا میں اُس اکیلے زبردست خدا کی پرستش قائم ہو جائے اور یہ کفار موذی غالب خدا کے حضور پیش ہو کر ان کا فیصلہ ہو جائے۔ سو ایسا ہی ہوا وہ زمین جس پر ناقوس بجتے تھے۔ لات وعزیٰ اور ود وسواع کی پوجا ہوتی تھی آفتاب ماہتاب اور ستارے خدا مانے جاتے تھے وہاں سب جگہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز آنے لگی اور جہاں شراب۔ زناکاریاں علانیہ فسق وفجور اور نہایت ناپاک اور گندے کام ہوتے تھے وہاں خدا تعالےٰ کی بچی توحید قائم ہونے کے بعد سچا تقوے وطہارت پھیل گئی۔ سب لوگ

یبیتون لربهم سجدا و قیاما کے مصداق ہوئے تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا وطمعا - تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم اُن کی نسبت صادق آنے لگا اور جیساکہ اللہ تعالی نے فرمایا تھا بالکل ایک نیا آسمان اور نئی زمین ہوگئی اور وہ آسمان جو قہری شکل میں تھا اب فضل اور رحمت اور الہام اور مبشرات کی بارش برسانے لگا اور یہ سب کچھ آنحضرت کے سچے استقلال اور پاک استقامت کی بدولت ہوا - تو غرض یہ ہے کہ بہت بڑی ضروری بات اصلاح خلق کے قائم کرنے کے لئے سچا استقلال اور خوق العادت عزم ہے کہ اُس مصلح کو کوئی لالچ یا ترغیب یا ترہیب اپنے ارادہ سے دھیما نہ کرسکے اور ایسا کھڑا ہو کہ کوئی باد تند یا صرصر اُسے ہلا نہ سکے -

سرسید کا مسئلہ توفی کی نسبت بحث کرنا چونکہ دینی سچی غیرت اور نبیوں اور صالحوں کیسے عزم اور ایک ظلم عظیم کی بیخ کنی کے لئے پوری عقدہمت اور اسلام کو دین باطل پر غالب کرنے کی بیقرار کردینے والی غیرت کے تقاضا پرمبنی نہ تھا لہذا انھوں نے عام چکیمانہ رنگ میں اور بالکل سرسری طور پر اس مسئلہ کو عام قانون قدرت کے ساتھ موافق کرنے کے لئے معمولی بحث کردی سید صاحب نے اس پر قائم رہنے کے لئے کوئی استقلال نہیں دکھایا - اور نہ اسکی اشاعت کی دھت اُنھیں لگی اور نہ انھوں نے بجز تفسیر کے محدود دائرہ کے کسی اور وسیع تحریر کے ذریعہ اسکو شائع کیا - اُنھوں نے اس مسئلہ پر اتنا بھی بلکہ عشر عشیر بھی زور نہیں دیا جتنا ناخلف بیٹے کی خلافت پر زور دیا اور خوارج کے مقابل شدت طیش سے فرمایا کہ وہ اُن سے فرانس میں جاکر ڈویل لڑنے کو تیار ہیں - اور یہ ایک بڑا بھاری اور ناقابل عفو نقص ہے جس کی وجہ سے سرسید کو ذرا بھی اس اصلاح کا حق نہیں دیا جاسکتا جو ایک خدا کا بندہ خدا میں ہوکر کرتا ہے -

پھر علاوہ اُن نقصوں کے جو سید صاحب کی اس بحث میں پائے جاتے ہیں یہ ہے کہ اُنھوں نے مسلمات اسلامی کو مدنظر نہیں رکھا اور لغت عرب اور

دواوین عرب و نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کی بنا پر اس بارہ میں بحث نہیں کی بلکہ اپنے خیالات کو صاف اور صرف فلسفیانہ دائرہ میں دائر رکھا ہے۔ اور بالخصوص بہت بڑا اور ناقابل درگذر نقص یہ ہے کہ مسئلہ توفی کو عام مسلمانوں کے ذہن میں راسخ کرنے اور اُنکو اسپر کلمۂ توحید کی طرف جمانے میں اُنھوں نے کچھ بھی کوشش نہیں کی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اُنھوں نے اس مسئلہ کو بسبب کوتاہ نظری اور ناعاقبت اندیشی کے مہتم بالشان نہیں سمجھا۔

بخلاف اس کے حضرت مرزا صاحب نے اس مسئلہ کے اثبات کے لئے وہ جوش حقانیت وہ فوق العادت استقلال دکھایا کہ جس کی نظیر کسی مجدد اور مصلح کی زندگی میں پائی نہیں جاتی۔ آج تک فارسی عربی اردو زبان میں بہت سی کتابیں رسالے اور اشتہارات اس مسئلہ کے متعلق شائع کیے کوئی اشتہار دیکھا نہیں جاتا جس میں توفی پر آپ نے بحث نہ کی ہو۔ مخالفین نے دھمکیاں دیں۔ منصوبے باندھے گورنمنٹ کو اُبھارا کفر کے فتوے لگائے مگر وہ مرد میدان ذرا نہیں تھکا۔ ذرا نہیں دھیما ہوا۔ اور مطلق نہیں ڈرا۔ بلکہ اگر سنہ ۱۸۹۰ء میں ایک حصہ تحریر وتقریر میں زور تھا تو سنہ ۹۱ء میں اضعافاً مضاعفہ ہوا اور سنہ ۹۵ء میں لاکھ درجہ بڑھ گیا ✦ پس یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اپنے طور پر کسی اصلاح کا بیڑا اُٹھانا اور بات ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر جدا بات ہے۔ اور مامورین من اللہ ہی دنیا کی ٹھیک ٹھیک اصلاح کر سکتی ہے۔ نہ وہ اصلاح جکی بنا جذبہ نفس یا ایک عادت ہو۔ سو میں زور سے کہتا ہوں اور بڑے دعوے سے کہتا ہوں کہ اب **عیسائیوں کا خدا مر گیا** کسی کے زندہ کرنے سے زندہ نہیں ہو سکتا **صلیب** ٹوٹ گئی اور کسی کے جوڑنے سے جڑ نہیں سکتی۔ اس بات کو اچھی طرح دھیان سے سُن لو۔ کہ یہ

✦ **نوٹ** اور اب سنہ ۱۹۰۶ء میں تو آپ کے دعوے اور تحدی کی کوئی حد وپایاں ہی نہیں یہ استقامت ایک ہی دلیل منجانب اللہ ہونے کی ہے۔ منہ

مجدد خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہے اور صلیب کا توڑنا اسی زبردست مصلح کی قسمت میں مقدر تھا۔ اور ضرور ضرور یہ کامیاب ہو کر دنیا سے اُٹھے گا۔ اُسوقت سارے مخالف پچھتائیں گے اور افسوس کرینگے حیث لم ینفعھم الندامۃ جس کے کان سننے کے ہوں سُنے۔

اسلام پر یہ ایک بیرونی حملہ تھا جس کا اوپر ذکر ہوا۔ اور جس نے تقوے اور طہارت ایمان اور اخلاق کی جڑ اکھاڑ رکھی ہے اور جس کے انسداد کے لئے حضرت اقدس نے وہ کوشش کی کہ کوئی دنیادار۔ کمزور۔ غیر مستقل آدمی ہرگز نہیں کرسکتا۔ اب دوسرے بیرونی حملہ کا حال سُنئے۔

دوسرا بڑا خطرناک حملہ اسلام پر آریوں کی طرف سے ہوا اُنھوں نے عیسائیوں کی کاسہ لیسی کرکے بہت ہی گندی اور ناپاک کتابیں حضرت رسول کریم کی اہانت میں شائع کیں اور اسلام کے حق میں عیسائیوں سے بھی بڑھ کر خطرناک دشمن ثابت ہوئے اس قوم کے مقابلہ اور تردید میں بھی حضرت اقدس نے جسطرح سعی کی اور کوشش و جانفشانی فرمائی ہے درحقیقت اُنھیں کا حق تھا۔ پہلے تواُن کے تمام اعتراضات کا جواب اپنی مختلف کتابوں مختلف رسالوں اور مختلف تحریرات میں دیا اور وید کے اصول و عقاید کی اچھی طرح قلعی کھول دی۔ پھر اپنی دعاؤں کی تاثیر۔ انفاس طیبہ کی برکات سے ایسی کارروائی کی۔ جس کی وجہ سے اب اس قوم میں وہ جوش اور غلبہ جو پہلے تھا مطلق نہیں رہا۔ گھروں میں پھوٹ پڑگئی ہے قلبوں میں تشتت تفرقہ اور اختلاف پیدا ہوگیا اور پھر سب سے بڑا حربہ جو حضرت اقدس نے اس اسلام کے اعدا اور عدو قوم پر چلایا وہ یہ ہے کہ اس قوم کے باطل کو اُسی طرح ہلاک کیا جس طرح حضرت رسول کریم نے کسریٰ اور قیصر کی نسبت فرمایا تھا کہ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ۔ بات یہ ہوئی کہ اُنہیں سے ایک شخص اپنی قوم کا حامی اپنے مذہب کی مجسم تصویر وید کے تمام عقائد کی دھرم مورت۔ سارے مذہب کی جان وید کی تعلیم کا فوٹو بن کر

حضرت مسیح اللہ کے مقابل میں آیا۔ ادھر خدا کا ممسوح اپنے مذہب کا حامی اسلام کے عقائد کی مجسم تصویر۔ اسلامی عقائد کی روح و روان اور اسلام کی تعلیم کا فوٹو بنکر اُس کے مقابلہ میں میدان میں نکلا اور اُسکی نسبت یوں تحدی آمیز پیشین گوئی فرمائی کہ اگر وید میں سچا عرفان۔ وید کے ماننے والوں میں سچا رابطہ الٰہی ہے اور وید کا خدا۔ زندہ اور سچا خدا ہے۔ تو وید کی سچائی اور حقیقت یوں ظاہر ہو سکتی ہے کہ مجھے میرے زندہ اسلام کے خدا اور زندہ خدا نے یوں فرمایا ہے کہ یہ شخص اپنی بد زبانیوں گندہ دہنی بطلان پرستی ناپاکیوں شرارتوں کی وجہ سے جو اُس نے خدا کی نسبت سچے مذہب اسلام کی نسبت خدا کے پاک نبی حضرت محمد رسول اللہ کی نسبت کی ہیں اُن کی سزا اور پاداش میں چھ سال کے اندر اسطرح ہلاک ہو جائے گا جو دنیا کے لئے ایک بڑا عبرت ناک نظارہ اور حیرت ناک کرشمہ ہوگا۔ اور یہ امر وید کے بطلان اور قرآن کی حقیت کی دلیل ہوگی۔ اور اُس سے اسلام اور صادق لوگوں کو عزت ہوگی۔ اور آریہ دھرم اور حق کے مخالفوں کو ذلت نصیب ہوگی۔ پس اگر وید کا خدا زندہ خدا ہے اور ویدک دھرم زندہ دھرم ہے تو وید کے پیرو مل کر دعا کرکے قرآن اور اسلام کے خدا کے ہاتھ سے اپنے اس وکیل کو چھڑا لیں۔ تاکہ ان کے مذہب کا زندہ اور سچا ہونا ثابت ہو جائے یہ پیشگوئی حسبطور پر کی گئی۔ کتابیں موجود ہیں الفاظ موجود ہیں اُنھیں غور سے پڑھو۔ حضرت جری اللہ کے دعوے کو غور سے دیکھو۔ آپ نے کیسی تحدی آمیز الفاظ اور پرزور الفاظ میں دعوی کیا ہے اور بڑے وثوق اور یقین کے ساتھ فرمایا ہے کہ دین حق کی عزت کے لئے اور دین باطل کی ذلت کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم کی خاطر اللہ تعالے اس آریہ دھرم کی مورت اور مجسم آریہ دھرم کو ہلاک کرکے تمام آریوں اور تمام دنیا پر اپنا نشان دکھائیگا اور حجت پوری کرے گا۔ پھر پہلے ہی سے وقت گھڑیاں طرز قتل شکل قتل سب کچھ دکھا دیا ہے۔ ہاتھ کی شکل بنا کر متوجہ کر دیا گیا ہے اور صاف کہدیا گیا ہے۔ کہ بنترس از تیغ بران محمدؐ۔

واقعی غور کرنے والے خدا ترس آدمی کے لئے اس واقعہ میں خدائے قہار قدوس کی ہستی کا ایک بڑا نشان اور بڑی عبرت ہے۔ اُس غیور خدا نے کس طرح دین اسلام کی حقیت اور آریہ دھرم کی بطالت کا آپ فیصلہ کیا۔ حضرت اقدس نے جو اس بارہ میں استفتا لکھا ہے اُس کو پڑھو۔ خدا تعالیٰ کی زبردست قدرت پر ایک بڑا قہری نشان اور عبرت ناک نظارہ ملے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ صرف لفاظیوں سے کبھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ اگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف قرآن کی تعلیم پیش کر دیتے اور ساتھ زبردست قہری نشان نہ لاتے جو تحدی کے ساتھ حق و باطل میں ہمیشہ کے لئے فیصلہ کیا کرتے ہیں تو قرآن شریف کی تعلیم ایسی جلدی۔ ایسے متکبر اور متکبر اور سرکش قوموں میں کبھی نہ پھیل سکتی

غور کرو اور خدا کے لئے سوچو کہ جب قرآن شریف کا مدعا محض یہی تھا کہ اللہ کی عبادت کرو اور لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لاؤ جیسا کہ سب نبیوں نے اپنی اپنی امت کو تعلیم دی تو پھر ساتھ ساتھ ہی تہدیدات تو بیخات اور پر زور وعیدیں کیوں ہیں۔ ساری مکی سورتوں میں بڑے زور اور وثوق کے ساتھ متحدیانہ کفار مکہ کی نسبت کہا گیا کہ یہ لوگ الحق کے مقابل پر ضرور ہلاک ہوں گے۔ یہ پہاڑ ٹوٹ جائیں گے چور چور ہو جائیں گے اور دین حق کے لئے کوئی روک نہ رہے گی۔ الباطل کا سارا زور ساری شان و شوکت ٹوٹ جائیگی لات منات عزّیٰ نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن آتا ہے کہ اُن کو پوچھنے والا کوئی نہ رہے گا۔ جاءَ الحق و زھق الباطل وہ الحق آگیا اور سارا الباطل مٹ گیا۔ الحق یعنی محمد رسول اللہ آ گئے اور الباطل یعنی سارے جھوٹے مذہب جو مکہ میں قائم ہیں نیست و نابود ہو جائیں گے اور پھر یہ کہ قل ما یبدئ الباطل وما یعید اے نبی تو کہدے کہ بطلان پرستی اور بت پرستی پھر کبھی مکہ میں نہ آئیگی

غور کرو کوئی شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ ایک شخص جو آپ تمام تکالیف کا عرضہ اور مصیبتوں کے تیروں کا نشانہ بن رہا ہے ایک عاجز اور بے بس انسان جس کے پاس اس وقت نہ زر ہے نہ زور ہے نہ فوج ہے نہ لشکر ہے۔ تنہا کہ

اور چند آدمی جو اُس کے ساتھ ہیں۔ وہ بھی نہایت غریب ۔ بے بس اور بیکس ہیں ۔اور اُسی کے ساتھ کفار سے تکلیفیں اُٹھاتے اور سخت نرغہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور عادتاً محال نظر آتا ہے کہ کبھی اُن کو امن کا ٹھکانا بھی مل سکے ایسے وقتوں میں وہ زبردست اور تحدی آمیز پیشگوئیاں ان کفار کی ہلاکت اور استیصال کی نسبت کر رہا ہے اور وہ نہایت گھمنڈ اور غرور میں اُس کی حالت کو دیکھ کر ہنسی اور مخول سے کہتے ہیں فاتنا بایۃ ان کنت من الصدقین۔ تو ایک بے بس اور بیکس۔ دجال مفتری کذاب اور نہایت خستہ حال آدمی ہے ۔ہمیں اپنی اس مجنونانہ بڑ سے ڈراتا ہے ۔اگر سچا ہی تو اس عذاب کو جلدی لا نازل کر۔

اب بالطبع ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کو اور خدا کی کتاب کو ایسی دھمکیوں اور تہدیدات کی کیا ضرورت تھی ۔جب فقیرانہ طور پر یہ بات سمجھائی اور کہلائی جا سکتی ہے کہ خدا کا نام جپو تو پھر یہ دھمکیاں یہ جنگیں ۔ یہ لڑائیاں درویشانہ طریق سے بعید ہیں ۔اور صوفیوں کا طریقہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک متعصب قوم نصاریٰ نے اس تعلیم پر خدا تعالے کے اُس سچے مظہر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو خدا کی صفات جمالیہ وجلالیہ کی واقعی مورت ہیں نہایت کوتاہ بینی اور نا عاقبت اندیشی کی وجہ سے یہ اعتراض کر دیا کہ اس نے لڑائی کی دھمکیاں کیوں دیں اور کفار کے ساتھ لڑائیاں کیوں کیں ۔اور قرآن شریف میں جدال و قتال کی آیات کیوں ہیں ؟۔

بات یہ ہے کہ کوئی تعلیم چل نہیں سکتی اور کسی حکم کو لوگ تسلیم نہیں کر سکتے تاوقتیکہ اُس تعلیم اور اُس حکم کے ساتھ اقتدار و جلال اور ایک مقتدرانہ رعب داب نہ ہو۔ اگر میں عوام الناس کو ایک نوٹس (اطلاع) بھیجوں کہ فلاں وقت فلاں جگہ پر سب صاحب حاضر ہو جائیں ۔ تو کوئی شخص اُس کی پروا نہ کرے گا ۔اس لیے کہ سب لوگوں کو یقین ہے کہ در صورت خلاف ورزی اس اشتہار کے ہمارا کچھ بگڑ نہیں سکتا اور اس

شخص کے ہاتھ میں کوئی اختیار و اقتدار نہیں۔ کہ اگر ہم نہ جائیں تو ہمارا کچھ بگاڑ سکے
غرض لوگوں کی روح میں کوئی رعب یا خوف محسوس نہیں ہو گا اور اس لئے
میرے اُس نوٹس کی پروا نہیں کرینگے۔
برخلاف اس کے اگر کوئی سرکاری پیادہ آجائے اور
سرکاری کاغذ (سمن وغیرہ) اُن کے پاس لے آئے تو آپ اُسکو ڈھونڈ ڈھونڈ
کر تلاش کرینگے اور فوراً اُس کی پشت پر لکھدیں گے کہ حکم حضور سے اطلاع
پائی وقت مقرر پر ضرور حاضر ہو جاؤں گا تو وجہ کیا ہے۔ وہ کاغذ اپنی طرز
تحریر سے تو قابل التعمیل نہیں ہوا بلکہ اس وجہ سے کہ ایک بارعب اور مقتدر
سلطنت کی طرف سے آیا ہے جو درصورت خلاف ورزی اُس کی جان اور
مال یا عزت کا نقصان کر سکتی ہے۔ میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سناتا
ہوں - میں ایک دفعہ لاہور میں اپنے ڈیرہ میں بیٹھا ہوا تھا اور میو کالج
کے احاطہ میں فروکش ہوا تھا۔ اپنے چند ایک دوستوں سے کچھ الہیات کی
باتیں کر رہا تھا کہ اتنے میں گھنٹی بجی۔ باوجودیکہ وہ سب احباب بڑی محبت اور
تپاک سے میرے گرد جمع تھے اور عقیدت دلی سے میری باتیں سن رہے
تھے۔ جملہ ناتمام ہی تھا کہ گھنٹی بجی گھنٹی کے بجتے ہی وہ سب کے سب میرے
گرد سے اُٹھ کر ہوا ہو گئے۔ اُن کی اس حرکت سے جو بھاگنے میں اُنھوں
نے دکھائی اور جسے دیدہ ہی وزن کر سکتی ہے میرا دل ایک بڑی گراں اور پُر
لذت بات کی طرف منتقل ہوا۔ میں نے غور کیا کہ میں تقریر کر رہا تھا تو یہ
سب ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھے تھے۔ میری آواز زندہ انسان کی آواز تھی جو اللہ تعالیٰ کی
باتیں کرنے والی تھی یہ سب اُسکو چھوڑ کر ایک بیجان گھنٹی کی آواز پر حواس باختہ
ہو کر کافور ہو گئے۔ اس سے آخر یہی فیصلہ کیا کہ اگرچہ وہ بیجان گھنٹی کی آواز تھی۔ مگر
ایک زندہ انسان پرنسپل کی طرف سے تھی جو درصورت غیر حاضری اُنپر جرمانہ
کرتا یا سخت ناراض ہوتا۔ پس یہی وجہ تھی جو میری آواز کے سننے کو چھوڑ کر جو
میں اُنکا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ اُس بیجان گھنٹی کی آواز پر ایک سیکنڈ کے لئے

بھی نہ ٹھیرے اور دفعتہً سب کے سب ہوا ہو گئے۔

الحاصل جب تک انسان کے اوپر کوئی رعب یا جلالی اقتدار کا سایہ نہ ہو وہ کسی حکم کا جوا اپنی گردن پر رکھنا نہیں چاہتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ساتھ ساتھ ہی جہاں قرآنی تعلیم میں ایمان و اعمال کے بجالانے پر دنیا و آخرت میں ثمرات حسنہ کا وعدہ کیا وہاں حق کی مخالفت پر دنیا کے عذاب عظیم اور عقبیٰ کے عذاب الیم کی بھی دھمکیاں دیں۔ اور دنیا میں اقتداری اور جلالی نشان دکھا کر آخرت کے عذاب الیم کے لئے ایک نمونہ قائم کیا۔ انبیاء علیہم السلام جو اس دنیا میں اخلاقی تبدیلی کرنے آتے ہیں۔ اُس وقت اُن کی سخت مخالفت اور سخت مزاحمت ہوتی ہے اُن کی قوم کو اپنے باپ دادا کے مانے ہوئے اصول دل میں گڑے ہوئے اعتقادات کے برخلاف سننا سخت مشکل اور نہایت ناگوار ہوتا ہے حمیت جاہلیت قوم کی ان کو حق کی طرف جھکنے ہی نہیں دیتی۔ بد اخلاقیاں۔ بدکاریاں۔ عیش و عشرت۔ دنیا کے آرام ایک مصلح کی بات کو سننے بھی نہیں دیتے وہ مصلح ان تمام مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا اور ان تمام باطل اعتقادات اور رذائل فاسدہ کی بڑے زور سے تردید کرتا ہے جس سے اُن کا اور بھی اشتعال چند در چند بڑھ جاتا ہے۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ اُس سچے مصلح الٰہی مجدد کا فوق العادہ استقلال اور خارق عادت عزم آخر کار غالب آجاتا ہے۔ اور جو کام اُسے کرنا ہوتا ہے کرگذرتا ہے انبیاء کے پاس شروع میں کوئی ظاہری سامان غلبہ کا نہیں ہوتا۔ نرے وعدہ وعید ہی ہوتے ہیں جو بلند آواز الفاظ سے زیادہ ظاہر میں وقعت نہیں رکھتے لیکن چونکہ اُن کی طرف خدا ہوتا ہے اور خدائی طاقت اپنا کام کرتی ہے اس لئے اپنے فوق العادہ عزم و استقلال کی برکت سے آخر کار قوم میں ایسی تبدیلی کر دکھاتے ہیں کہ انسان حیران ہوتا ہے کہ قوم کیا تھی اور کیا ہوگئی۔ لیکن کیا مجرد الفاظ بھی وہ کام کرسکتے ہیں۔ جو ایک سطوت اور جبروت

بھری آواز کام کر سکتی ہے۔ میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ میں بھی ایک نوٹس دیتا ہوں اور گورنمنٹ بھی ایک پروانہ بھیجتی ہے۔ میرے نوٹس کیطرف کوئی خیال نہ کرے گا۔ مگر گورنمنٹ کے پروانہ کو دیکھنے کے لئے آگے بڑھیں گے اور ٹھیک ٹھیک اس کی تعمیل کرینگے۔

اگر ان انبیاء کی طرف سے نرے لفظی احکام ہی ہوتے اور کوئی رعب الٰہی یا وعید ساتھ نہ ہوتا تو کون ان کی آواز کو سنتا۔ بس اس کان سنتے اُس کان سے اڑا دیتے کسی قانون کی خلاف ورزی پر سزا کا اندیشہ نہ ہو تو اُس قانون کی کون پروا کرتا ہے؟ یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام دنیا میں بڑے سطوت اور جبروت کے ساتھ بھیجے جہاں انکی تعمیل پر دنیا و آخرت میں بہترین نتایج وثمرات کا مترتب ہونا بیان فرمایا وہیں ان کی خلاف ورزی پر اس دنیا میں قحط۔ طاعون زلزلہ۔ وبا اور ہلاکت اور اُس دنیا میں عذاب جہنم کے وعدے ساتھ ساتھ کئے اللہ تعالیٰ کو جہاں اپنے فضل اور رحم کا مزہ چکھانا تھا وہیں اپنی قدرت۔ طاقت عظمیٰ اور جبروت کو دکھانا بھی منظور تھا۔ اُس کی صفات جو کائنات کے ساتھ متعلق ہیں۔ ان کا ظہور عجیب حکمت اور عجیب اسلوب سے کرتا ہے۔ جس سے اُس کی الوہیت اور الٰہی طاقت صاف متمیز ہوتی ہے اور کسی جھوٹھے معبود کی شرکت کا التباس تک نہیں رہ سکتا۔ چونکہ جہاں اس کا فضل اور رحم عظیم ہے وہیں اُس کی سطوت۔ قہر۔ اور بطش۔ بھی شدید ہے۔ اس لئے اُس عزیز ورحیم خدا نے اپنے پاک نبیوں کے ذریعے سے اپنی دونو صفات بشیر ونذیر ہونے کا عملی ثبوت دیا اور تبدیل اخلاق میں دونو کا ظہور کرایا چنانچہ ایک انسان کی عملی زندگی ذاتی چال چلن سے ایک ہی وقت میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ذو الجلال اور مقتدر ہے اور یہ بھی کہ یہ ایک ضعیف انسان ہے اس بات کے ثبوت کے لئے انبیاء کے سلسلہ کو دیکھو خدا کے وصف رحم اور قہر۔ فضل اور جبروت کا انکی زندگی سے صاف

پتہ مل رہا ہے۔ قرآن کریم نے بھی یہی وغیرہ اختیار کیا۔ جہاں اقم الصلوٰۃ کا حکم دیا اور اخلاقی احکام کی تعلیم دی۔ اللہ تعالےٰ کے مقتدر ہونے اور درصورت عدم تعمیل کے ہلاک کردینے والے منتقم ہونے کا بھی ثبوت دیا۔

غور کرو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے آپ کا دعویٰ تھا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور تمھارے پاس خدا کا پیغام تمھاری ہی روح کی راحت کے لئے لایا ہوں یہ بالکل ایک مخفی اور حل طلب بات تھی۔ کیونکر یقین ہو کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ اور جو کہتا ہے بالکل ٹھیک ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے یوں ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اُس بشر رسول کو اپنی صفات کاملہ کا مظہر ٹھیرایا اور اپنی ذات کا ایک مجسم عملی نمونہ بنایا۔ جس نے صاف صاف لوگوں کو سنا دیا کہ میرے خدا کی طرف سے ہونیکا یہ ثبوت ہے کہ میری مخالفت کا انجام ایک قہری نتیجہ ہوگا۔ میں تم سب پر غالب آجاؤں گا۔ اور ہر طرح کامیاب اور مظفر و منصور ہوں گا اور میرے ماننے والے بھی سب خورم و خوشحال اور برخوردار ہو جائیں گے اور تم لوگ جو میرے دعوی کو نہیں مانتے اور اپنی طاقت اپنے معبودان باطل کے بل بوتے پر اترا رہے ہو اور اپنے زر زور اور شجاعت کے بھروسہ پر میری بات کو نہیں مانتے میں دعوٰی سے بڑے زور سے کہتا ہوں کہ تم سب کے سب میرے خلاف میں ہلاک ہو جاؤ گے۔ حق غالب آجائے گا اور باطل نیست و نابود ہو جائے گا قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

پس اب دو شخصوں کی کشتی شروع ہوگئی الحق کی اور الباطل کی۔ الباطل میں اللہ تعالےٰ نے تمام فرق باطلہ کو شامل کرلیا۔ آجکل جتنے فرقے دنیا میں موجود ہیں یہود۔ نصاری۔ بت پرست۔ دھریہ۔ سب مکہ اور مدینہ میں موجود تھے اور جسقدر مختلف عقائد ہو سکتے ہیں۔ ہر قسم کے عقیدہ والے لوگ حضرت رسول کریم کی مخالفت میں تلے ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں تمام مذاہب باطلہ۔ تمام اخلاق رذیلہ کی تردید موجود ہے۔ میں دعوے سے

کہہ سکتا ہوں کہ کوئی نیا اعتراض اور کوئی نیا عقیدہ ایسا نہیں ہو سکتا جس کا استیصال علمی و عملی طور پر قرآن کریم نے نہ کیا ہو - اور کوئی صداقت - کوئی خوبصورت قول کسی فلسفی کا کتب عالم میں موجود نہیں - جو احسن طور پر قرآن شریف میں موجود نہ ہو - روم - مصر - یونان - یورپ کے تمام حکما کی کتابیں چھان جاؤ - اور کوئی عمدہ سے عمدہ قول - کوئی نافع یا مضر عقیدہ یا اعلےٰ سے اعلےٰ صداقت اُن کی تصنیفات سے ڈھونڈ لاؤ - میں تم کو قرآن شریف میں اس نافع اصل سے بہتر اور اُس کا مؤید اور اُس مضر کی تردید دکھا دوں گا اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کی تعلیم کامل مکمل بنانے کے لئے تمام اہل مذاہب باطلہ کو گویا کھینچ کھانچ کر مکہ و مدینہ میں اپنی قدرت سے جمع کر دیا تھا - باوجود اختلاف اصول و عقائد و رسوم تمام اہل باطل مکہ و مدینہ میں جمع ہو رہے تھے - اور پھر ہر ایک مذہب ہر ایک خیال باطل اور رذیلت کا استیصال علمی و عملی طور پر کر کے خدا تعالےٰ نے دکھا دیا کہ قرآن شریف کامل و مکمل کتاب ہے -

علمی طور پر تو مذاہب باطلہ کا یوں فیصلہ کیا کہ قرآن کریم میں اُن کے تمام خیالات باطلہ اور اعتقادات فاسدہ کا ابطال اور مدلل جواب دیکر قرآن شریف کو کامل و مکمل کیا - اور اپنا اقتدار دکھانے کے لئے کہ اُس کی صفات میں سے ہے کہ وہ سزا دیتا ہے - انعام بھی دیتا ہے اور اُسکی صفات عدل و رحم کے دو مظہر ہیں - ایک جنت اور ایک جہنم - بنا دیا اور اس بات کو عملی طور پر یوں دکھایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا - ایک حصہ وہ تھا جسمیں آنحضرت بے کس بے بس بے یار و یاور سخت دکھوں اور مصیبتوں میں گھرے رہے - بھوکے پیاسے شعب ابی طالب میں محصور کئے گئے - اپنے پیارے وطن سے جلا وطن کئے گئے اور دشمن اُس وقت ہر ایک طرح کی عیش و عشرت اور آرام میں زندگی بسر کرتے - نہایت بے فکری کی حالت میں گویا ایک بہشت میں تھے - اُس وقت جب کہ کوئی ظاہری قرینہ اس بات کا نہ تھا اور کسی طرح کی توقع کامیابی کی

نہیں ہوسکتی تھی۔ وعدۂ الٰہی ہوا کہ مومن بہشتوں میں داخل کئے جائیں گے
جنت تجری من تحتہا الانہار اُن جنتوں میں جہاں دودھ اور شہد کی
ندیاں بہ رہی ہیں اور اُن کے سارے مخالف ہر قسم کے دشمن نار میں جھونکے
جائیں گے۔ یہ ایسے وقت میں فرمایا جب کہ ہر ایک شخص آنحضرت پر ہنستا
اور اُن دعووں کو محض ایک ہنسی سمجھتا تھا۔ اور بعینہٖ حضرت نوح کی قوم
کی طرح کلما مر علیہ ملاء من قومہ سخروا منہ آپ کے دعووں کو
سُنکر مجنون کی حرکات کہتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو ایسا پورا
کیا سزا و جزا کا ایسا ثبوت دیا کہ ساری دنیا پر حجت پوری ہوگئی۔ اور اب
قیامت تک کسی اہل باطل کو حق کا مقابلہ کرنے کی گنجایش اور تاب نہیں
.... سب اہل باطل۔ ہر قسم کے جھوٹے عقیدہ والے۔ حضرت رسول کریم
کے مقابل میں آئے سب نے مخالفت کا بیڑا اُٹھایا۔ ہر ایک نے الحق کا
مقابلہ کیا۔ نتیجہ کیا ہوا۔ تمام دشمن۔ ساری مخالف قومیں سب اہل باطل طعمہ
نارحرب ہوئے۔ لڑائیوں کی نار میں بھسم ہوگئے اور خدا کے سچے مومن
جنت تجری من تحتہا الانہار کے وارث ہوگئے اور ولقد
کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی
الصلحون ۝ کے دعوی کے مصداق بنگئے اور اُس ساری زمین پر
قابض ہوگئے جہاں دودھ اور شہد کی ندیاں بہ رہی تھیں (خروج ۳ باب ۸)
یہ نمونہ اور تمھید تھی آخرت کی جزا و سزا کی۔ یعنی جس طرح
حق کے مخالف اس دنیا میں نارحرب کا طعمہ ہوئے اُسی طرح یقیناً یقیناً اُس
نار کبیری یعنی جہنم کی آگ کے بھی وارث ہوں گے۔ اور جس طرح مومن اس
دنیا میں الٰہی وعدہ کے موافق ہر طرح سرسبز اور کامیاب ہوگئے اور اُس زمین
کے وارث بن گئے جہاں دودھ اور شہد کی ندیاں بہ رہی ہیں اسی طرح یقیناً
اور بلا ریب اُس اعلیٰ بہشت یعنی جنت الفردوس کے بھی وارث بنیں گے۔
تو غرض یہ ہے کہ خدا نے جو یہ طریق اختیار کیا اور اسی دنیا

میں سزا اور جزا کا سلسلہ ایک مامور من اللہ کے ہاتھ سے قائم کیا۔ اُس مامور کو حق کی مجسم صورت بنا کر برخوردار اور کامیاب کیا۔ اُس کے مخالفوں کو باطل کا مجسم بت ٹھہرا کر ناکامی اور غیظ و غضب کی آگ میں جھونک دیا اور کلہم اجمعون کو فنا اور نیست و نابود کر دیا۔ یہ ایک بیّن ثبوت ہے آخرۃ کی جزا اور سزا کا اس طریق عمل سے گویا دنیا میں خدا تعالیٰ نے اپنی ہستی کا صاف ثبوت دیدیا۔ اور بجز ایک اندھے اور محض حیوان آدمی کے کوئی شخص نہیں جو اس صداقت حقہ سے چشم پوشی کر سکے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے صریح انا الموجود پکار دیا ہے۔ لیکن احمق اُس کی آواز کو نہیں سنتا۔ اس طرز عمل سے انبیاء نے جزا و سزا اور باری تعالیٰ کے وجود کے ثبوت کو بدیہی کر دیا ہے اگر یہ پیشگوئیاں اور تحدیاں نہ ہوتیں اور پھر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بعینہٖ اُسی طرح پوری نہ ہوتیں۔ تو وہ خوف الٰہی جس کی یہ تاثیر ہے اُن میں کبھی پیدا نہ ہوتا یخرون للاذقان یبکون و یزیدھم خشوعا وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور اُن کو فروتنی میں ترقی ملتی ہے۔ والذین اذا ذکروا بایات ربھم لم یخروا علیھا صما و عمیانا اور عباد الرحمن وہ ہیں کہ جس وقت اُن کے سامنے خدا کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ گونگے بہرے اندھے نہیں ہو جاتے۔ بلکہ خدا کا خوف اور سچی خشیت اُنمیں بھر جاتی ہے یبیتون لربھم سجدا و قیاما اپنے خدا کے سامنے سجدہ و قیام میں رات کاٹ دیتے ہیں تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا و طمعا اُن کی کروٹیں خوابگاہوں آرام کے بستروں سے الگ رہتی ہیں خوف اور اُمید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ سردیوں میں جب کہ لحاف میں سے اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔ گرمی میں جب صبح کو ہوا برابر لوری دیتی ہے کہ ابھی سو رہو جس وقت یہ آواز آتی ہے کہ الصلوٰۃ خیر من النوم نماز اس نیند سے جس میں تو آرام کر کے سو رہا ہے بہت بہتر ہے۔ فوراً جاگ اُٹھتے ہیں۔ اور پیاری نیند کو چھوڑ کر عبادت الٰہی

میں مصروف ہو جاتے ہیں - انسان جو بالطبع عیش و عشرت کو پسند کرتا ہے
کیا جبروت اس آواز میں ہے جو دیوانوں کی طرح اُٹھکر فوراً مسجد میں
نماز کے لئے چلا جاتا اور خدا تعالیٰ کی جماعت میں شریک ہوجاتا ہے -

میں کہہ چکا ہوں - کہ کوئی امر - کوئی نہی - سطوت حاصل
نہیں کرسکتی جب تک کہ وہ امر و نہی درصورت تعمیل و عدم تعمیل کے جزا و
سزا کی مترتب نہ کرے - اور وہ امر و نہی ایک مقتدر شخص کی طرف سے
نہ ہو - جو جزا اور سزا دینے پر اختیار رکھتا ہو - پس اس سنت اللہ سے جو
نظام جسمانی میں پائی جاتی ہے صاف ظاہر ہے کہ نظام روحانی میں بھی
...... اُس کی سنت کا اُسی طرح ظہور ہے - یعنی دین دنیا میں حق کے مخالفو
کو سزا اور موافقوں کو جزا دے کر آخرت کی جزا سزا اور بہشت و دوزخ
کے لئے نمونہ ٹھیراتا دنیا میں نیک و بد کو اپنے رحم اور غضب کا مورد بنا کر
اپنے حکم کو مقتدرانہ اور پر جلال ثابت کرنا اور اپنے امر و نہی کو ایک با
اقتدار اور صاحب سطوت و جبروت بادشاہ کی طرح لوگوں کے اذہان
میں مرکوز کرنا - پس یہی اصول ہے جس کی وجہ سے کلام ربانی یعنی
قرآن کریم میں مخالفوں کے لئے تہدیدات اور وعیدیں مقرر ہوئیں - اور
بالآخر بعض تحریکات کی وجہ سے غضب الٰہی کا حکم جہاد و قتال کی صورت
میں نازل ہوکر سب حق کے مخالف صداقت کے دشمن لڑائیوں
کی نار میں جلا کر بھسم کر دیے گئے اور یہ ایک بڑی زبردست صداقت ہے
اور الہیات کی بھاری فلسفی تھی جسکو نہ سمجھ کر کوتاہ نظر مخالفین نے انبیا
جہاد کو عرضۂ طعن بنایا -

نبیوں کے حال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
دو قسم کی توجہ انھوں نے باطل کی تردید میں کی ہے ایک حکیمانہ دلائل
اور بیّنات کے قائم کرنے سے دوسرے اقبال علی اللہ و عقد ہمت یعنی
اُس بطلان کے استیصال کے لئے دعاؤں میں مصروف ہو جانے سے

چونکہ باری تعالیٰ کی صفات اس امر کی مقتضی ہیں - کہ وہ جیسے اسباب ظاہری سے مسبّبات اور نتائج پیدا کرتا ہے - نہاں در نہاں اسباب سے بھی وہ مختلف مسبّبات اور نتائج پیدا کرتا ہے - اہل اللہ نے ایک طرف دلائل و بینات کے قائم کرنے میں ظاہری حجتیں اپنے مخالفوں پر قائم کیں دوسری طرف اپنے تمام قویٰ سے اس طرف مصروف ہو گئے کہ وہ باطل اپنے ظاہری صورت کے ساتھ ہی دنیا سے نیست و نابود ہو جائے - چنانچہ ہم دعوے سے کہتے ہیں اور مقدس تاریخ اثبات پر گواہ ہے کہ اولاً اور بالذات جن جن لوگوں نے سیف و سنان سے یا حجت و برہان سے مامورین کا مقابلہ کیا وہ اُسی کے مقابل اور مناسب ہتھیاروں سے ہلاک کئے گئے - ہمارے رسول کریم صلعم کے سامنے جن نصاریٰ - یہود - کفار - مشرکین - منافقین - ستارہ پرست - مُنکر بعثت و منکر نبوت قوموں نے بلا واسطہ رأساً آپ سے مقابلہ کیا وہ دنیا سے آپ کے ہاتھ سے یا آپ کے بلافصل جانشینوں کے ہاتھ سے نیست و نابود ہو گئے -

اب اس زمانہ میں بھی اس عظیم الشان مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے ظلی طور پر اپنے ہادی کامل حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کے وسیلہ سے ٹھیک اُسی رنگ پر جس طرح پہلے انبیاء کے زمانہ میں ہوتا رہا وعید الٰہی کا ثبوت دیا اور دو قہری نشانوں سے خدا تعالیٰ کی سطوت و جبروت دلوں پر قائم کی اور آریہ اور عیسائی اسلام کے دو سخت دشمنوں کو جو مذہب آریہ اور مذہب مسیحی کے کلی وکیل اور مجسم بت تھے ہلاک کر کے آریہ دہرم اور عیسائی مذہب کا ایک ہی حربہ سے کام تمام کر دیا اور یوں ہوا - کہ ایک طرف ویدکی سچائی اور برکات کا دعوی کرنے والا جس کو وید کے عقائد و اصول اور ویدک تعلیم کی مجسم تصویر کہا جاتا تھا حضرت مرسل اللہ کے مقابل

آیا۔ اور ایک طرف انجیل کا پیرو عیسائی مذہب کی صداقت اور برکات کا
مدعی ۔ مذہب عیسائی کو زندہ مذہب قرار دینے والا مقابلہ میں اُٹھ
کھڑا ہوا ۔ اُدھر حضرت اقدس قرآن شریف کی صداقت اور برکات
کے مدعی اس مذہب کو زندہ اور حی قیوم خدا کی طرح حی قیوم مذہب
ماننے والے مقابلہ کے لئے تیار ہوئے ۔ آخر کار جب آتھم اور لیکھرام
دونوں اپنے مذہب کی برکات اور زندہ نشان نہ دکھا سکے ۔ انجیل کا
پیرو انجیل کی متابعت میں کوئی برکت نہ دکھا سکا اور وید کا پیرو وید کی
اتباع میں کوئی برکت اور زندہ نشان اپنے مذہب کا نہ دکھا سکا اور
بینہ کی تلوار سے دونوں باطل ہلاک ہو چکے ۔ تو آخر کار الہام ربانی کے
موافق حضرت اقدس نے بڑی پُر زور تحدی کے ساتھ فیصلہ یوں کیا۔
کہ اگر یہ دونوں مذہب زندہ خدا کی طرف سے اور زندہ مذہب ہیں
اور انھیں اس پر ناز ہے وہ سُن لیں کہ مجھے میرے خدا اور زندہ حی قیوم
خدا نے یوں آگاہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں حی قیوم خدا کی مخالفت میں تباہ
اور ہلاک ہو جائیں گے ۔ سو اگر تم لوگوں کو وید اور انجیل کی سچائی کا یقین
ہے اور سمجھتے ہو کہ یہ اُس زندہ اور حی قیوم خدا کی طرف سے ہیں ۔
اُدھر انجیلی خدا مسیح حی قیوم خدا ہے ۔ اور اُدھر وہ خدا جس کی طرف
وید رہنمائی کرتا ہے حی قیوم خدا ہے تو تم دونوں اپنے اپنے خداؤں
سے دُعائیں مانگو۔ کہ وہ تم کو ہلاکت سے بچائے اور قرآنی خدا کے
مقابل تمھاری دستگیری کرے یا تمھارے مقابل مجھے ہلاک کر دے ۔ تا
کہ تمھارے مذہب کا زندہ نشان اور برکات ثابت ہوں ۔ آخر ان دونوں
وکیلوں کا جیسا انجام ہوا اس سے سارا جہان واقف ہے ۔ یہ دونوں
الباطل کے بُت ہلاک ہو گئے اور دنیا پر ظاہر کر گئے کہ وید یا انجیل
کے احکام کے ماننے اور نہ ماننے سے کوئی ضرر اور فائدہ نہیں ہو سکتا
نہ یہاں اور نہ وہاں ۔ نہ ان کے ماننے سے کوئی برکت یا فیضان حاصل ہو سکتا کہ

نہ ان کے نہ ماننے پر کوئی جزا سزا مترتب ہو سکتی ہے اور یہ دونو بالکل مردہ اور بے جان مذہب ہیں جنسے کوئی برکت یا کوئی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی۔

ایک طرف آتھم عیسائیت کا وکیل اور اس بلند دعوے کا حامی عظیم تھا کہ مسیح درحقیقت زندہ اور سچا خدا ہے اور حقیقت عیسویت اپنے سارے زور۔ اپنی ساری جان۔ اپنے پورے ہتھیاروں کے ساتھ آتھم کی شکل میں مجسم ہو کر آئی تھی ادھر قرآن اپنی تمام زندہ طاقت کی قیوم خالق زمین و آسمان ابدی ازلی اور غیر فانی خدا کی یگانہ الوہیت کے سارے زوروں الوہیت مسیح کے ابطال اور کسر صلیب کے مناسب حال تیز ہتھیاروں کے ساتھ میرزا غلام احمد کی صورت میں ظاہر ہوا اور یہ ایسا دنگل تھا۔ جس کی نظیر ان دونو مذہبوں کے آغاز سے بجز زمانہ رسول مقبول کے کسی زمانہ میں بھی پائی نہیں جاتی تھی۔ انجام یہ ہوا۔ کہ وہ اسلام کا دشمن عیسویت کا مجسم بت۔ نصرانیت کا صنم ظلم عظیم کی مہیب صورت پیشگوئی کے موافق پندرہ ماہ سخت ترین عذاب میں مبتلا رہا اور بالآخر اخفائے شہادت حقہ کی وجہ سے اُسے موت کا تلخ پیالہ منہ سے لگانا پڑا ۞ اور ایک طرف آریہ مذہب کا وکیل

۞ یہ پیشین گوئی ایسی صفائی سے پوری ہوئی ہے کہ سوائے ضدی اور سخت درجہ کے متعصب اور بالکل بے انصاف آدمی کے کوئی شخص اس سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ حضرت اقدس کی پیشگوئی کا مضمون یہ تھا کہ ہم دونوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹھ کو اختیار کر رہا ہے وہ پندرہ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں داخل ہو گا۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ یوں ہی آتھم نے اس پیشگوئی کو سنا مبہوت ہو گیا۔ اور حق کی عظمت اور رعب نے اُس پر ایسا غلبہ کیا کہ اُسے قطعاً یقین ہو گیا کہ اسلام کا زندہ خدا مجھے ضرور

ویدک دھرم کی مجسم مورت اپنے سارے زور - اپنی ساری جان اور اپنے پورے ہتھیاروں کے ساتھ لیکھرام کی شکل میں نمایاں ہوا - اور اس کے مقابل مذہب اسلام کا وکیل قرآنی تعلیم کا سچا مظہر اپنی پوری طاقت اور پورے ہتھیاروں کے ساتھ جلوہ گر ہوا - اور صاف صاف ظاہر فرمایا - کہ اگر وید کی شرتیاں وید کی رچائیں ایشر

ہلاک کرکے ہی رہیگا اور اپنے خداوند یسوع مسیح کی حفاظت اور سچائی پر اُسے مطلق یقین نہ رہا۔ ۱۵ ماہ کے اندر اسلام کے خلاف ایک لفظ نہ بولا اور سراسیمگی اور دہشت کی حالت میں شہر بشہر مارا پھرا کہ کسطرح ملک الموت کے پنجہ سے نجات پائے اس عرصہ میں اُسے کئی دفعہ خونی فرشتے بھی نظر آئے اُسکی قوت واہمہ نے اُسپر ایسا اثر کیا کہ کہیں اُسکی نظر میں شکل اصل مجسم سانپ نمودار ہوگئے کہیں خونی فرشتے حملہ کرتے ہوئے دکھائی دئے غرضکہ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں سخت سے سخت ہاویہ عذاب میں گرا رہا ازبسکہ اللہ تعالی کسی انسان کے ذراسی خشیت اور رجوع الی الحق کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ ایسی سراسیمگی گھبراہٹ اور خشیت کی حالت میں جو ایک قسم کا رجوع الی الحق تھا شرط الہام کیموافق اللہ تعالی نے قہری موت سے محفوظ رکھا اور خدا تعالی کی جمالی صفت (رحم) سے اُسکو حصہ ملگیا بعدہ - ۱۵ ماہ کے انقضاء کے بعد جب حضرت مرزا صاحب نے متواتر اشتہار دئے اور انعام مقرر کئے کہ اگر تو ۱۵ ماہ کے عرصہ میں اسلام کے زندہ خدا سے خائف نہیں ہوا اور یسوع مسیح پر تیرا بھروسا کامل اور اعتقاد غیر متزلزل رہا ہے تو قسم کھاجانا میں اس عرصہ میں برابر اسلام کو جھوٹا اور عیسائیت کو سچا سمجھتا رہا اور زندہ اسلام کے حی قیوم خدا کا خوف اور رعب میرے دل پر ہرگز مسلط نہیں ہوا تو ایسی حالت میں یہ سمجھا جائیگا کہ عیسائی مذہب سچا اور اسلام جھوٹا ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ کئی ہزار روپیہ نقد انعام بھی دیا جائیگا اور سمجھہ لیا جائے گا کہ میری پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ مگر وہ عیسائیت کا مجسم بت ایسا بت ہوا کہ پھر اُس سے آواز تک نہ نکلی وہ قسم نہ کھانیکی وجہ سے اسلام کے سچا ہونے عیسائیت کے باطل ہونے اور پیشین گوئی کے صداقت پر مہر کر گیا اور اخفاء شہادت کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ بعد نہایت ذلت تکلیف اور مصیبت کے ساتھ آخر کار اُسی عذاب میں پکڑا گیا اور قہری موت سے ہلاک کیا گیا فاعتبروا یا اولی الالباب۔ اس پیشگوئی میں خدا کی جلالی اور جمالی صفات کا عجیب ظہور ہوا ہے رجوع الی الحق کی وجہ سے عذاب موت میں تاخیر ڈالدی گئی اور خدا کی صفت جمالی کا ظہور ہوا پھر جب رجوع الی الحق کی شرط سے فائدہ اُٹھانیکے باوجود پھر وہ انکار اور تکذیب کیطرف مائل ہوا شہادت حقہ کو چھپا دیا تو خدائے ذوالجلال کے مقتدرانہ سطوت و جبروت نے

کی طرف سے ہیں تو آریہ لوگ ان شرتیوں ان رچاؤں کے ذریعہ سے اپنے مذہب کے
اس وکیل کو میرے زبردست اور قہار خدا کے بطش شدید سے بچالیں یا میری ہلاکت
کے لئے دعا کرکے ویدی مذہب کا حی قیوم خدا کیطرف سے ہونا ثابت کریں۔ مگر
ساری دنیا کے آریے ویدک دھرم کے پیرو اپنے جھوٹے مذہب کے وکیل کو اسلام
کے حی وقیوم خدا کے غضب اور عذاب سے نہ چھڑا سکے اور اُنہوں نے آریہ مذہب کے
باطل ہونے پر ہمیشہ کیلئے مہر لگا دی لیہلك من هلك عن بينة ويحيٰى من حي عن بينة
یہ عجیب نشان الٰہی ہیں جو اس مجدد کے ہاتھ سے ظہور پذیر ہوئے جسکی آنکھ دیکھنے کی ہو دیکھے جس کا
دل سوچنے کے قابل ہو غور کرے سخت افسوس اور بڑے تاسف کی بات ہے کہ دنیا کے معاملہ
میں جو فانی اور زوال پذیر ہے ادنا ادنا بات میں اسقدر غور اور دھیان میں لیجاتی ہے کہ جسکی
کچھ انتہا نہیں مگر خدا کے نشانوں میں جنمیں غور کرنا بقاء روح کے لئے بڑا ضروری امر ہے ذرا
غور نہیں کیجاتی بڑی بے پروائی سے پس پشت ڈالدئیے جاتے ہیں۔ کیا یہ نشان الٰہی نہیں کیا ہیبت
ناک نشان نہیں۔ کیا حجت الٰہی پوری نہیں ہوئی اور سب کے سب الزام الٰہی کے نیچے نہیں آگئے
پھر دیکھو سکھوں کی قوم پر کس نے حجت پوری کی یہ بات ہنسی میں ٹالنے کے لائق نہیں جو
لوگ علم کے بھوکے ہیں اور صداقت کے پیاسے ہیں۔ وہ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب
نے یہ کچھ تھوڑا کام نہیں کیا۔ آپ خود ڈیرہ بابا نانک میں معہ ایک جماعت مخلص مریدین کے
تشریف لے گئے بابا نانک کا چولا جو پشت بہ پشت اُنکی صحیح یادگار چلا آتا ہے بڑی محنت و دقت سے
نکلوایا اور ملاحظہ فرمایا۔ یہی اصل چولا بابا نانک صاحب کا ہے جو اُنکے دلی اعتقاد اور اصلی
مذہب کا پتہ دیتا ہے اسی لئے چولے پر کلمہ **لا اله الا الله محمد رسول الله** لکھا ہے۔ کہیں لکھا ہے
ان الدين عند الله الاسلام سچا دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ کہیں سورۃ
اخلاص لکھی ہے کہیں آیۃ الکرسی غرضکہ تمام چولے پر قرآنی آیات اور اسلامی اعتقادات کی باتیں ہی لکھی ہوئی
ہیں اور وید کی شرتی اور ہندوؤں کا کوئی اشلوک ہرگز نہیں لکھا جو صریح اور بدیہی شہادت ہے اسبات کی

اپنا کام کیا اور جلد تر قہری موت سے ہلاک کردیا گیا یہ پیشگوئی اسلام کا ایک بڑا بھاری زندہ ثبوت ہے جسمیں کسی صاحب
انصاف کو تامل نہیں ہو سکتا ہاں جن لوگوں کی طبیعتیں بدظنی کی طرف مائل اور انکار کرنیوالی ہیں وہ تو حضرت
رسول کریم کی پیشگوئیوں پر بھی طرح طرح کے شکوک اور بدظنیاں پیدا کرکے انکار کرتے ہیں +

کہ بابا نانک صاحب ضرور اور بلا ریب مسلمان تھے اور اسلام ہی پر مرے - یہ تحقیقات بھی حضرت موعود ہی کا
حصہ تھی جسنے تمام قوم سکھ پر خدائی حجت قائم کردی - یہ بات کہ پھر سکھ لوگ مسلمان کیوں نہیں ہوگئے اور
ساری دنیا حضرت اقدس کی مرید کیوں نہیں ہوگئی - یہ کہنا ٹھیک نہیں خود یہود و نصاریٰ مدینہ کے آنحضرت پر
بہت کم ایمان لائے حالانکہ وہ آنحضرت کو بیٹوں کیطرح پہچانتے تھے اور اسلام کی دعوت ابھی بہتسے ممالک میں
نہیں پہنچی - حالانکہ تیرہ صدیاں اسلام کو شروع ہوئے ختم ہوچکیں سب کام آہستہ آہستہ اور نرم چال ہی سے ہوتا
اور جب قائم ہوجاتا ہے تو پھر بڑا ہی دیرپا ہوتا ہے - کمثل زرع اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی
سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار - حضرت رسول کریم صلعم نے ساری عمر میں اتنے پیرو نہ بنائے جو مسیلمہ کذاب نے
دعوی کرنے کے ساتھ ہی بنا لئے - تو بات یہ ہے کہ باطل کو لوگ بڑی جلدی قبول کرلیتے ہیں مگر الحق کو بڑی
دیر کے بعد بہت ہی مزاحمتوں اور مخالفتوں کے پیچھے لیکن پھر جب حق قائم ہوجاتا ہے تو ہرگز جنبش نہیں
کھاسکتا اور نہایت ہی دیرپا ہوتا ہے اور الباطل اسکی جگہ نہیں لے سکتا ما یبدئ الباطل و ما یعید - بس کسی بات
کو تسلیم کرنا اور مان لینا امر دیگر ہے اور خدا کی طرفسے ایک ملہم مجدد کا حجت پوری کرنا امر دیگر غرضکہ حضرت
اقدس نے قرآن کریم کی عظمت ظاہر کرنیکے لئے وہ وہ کام وہ وہ تجدیدات کی ہیں کہ آجتک کسی مجدد سے ظہور میں نہیں
آئیں الہام کے منکروں دہریوں برہموؤں سکھوں آریوں عیسائیوں اور تمام اقوام پر حجت قائم کردی ہے اور
اس غلام احمد نے اپنے پیارے رسول احمد کے دین کی ایسی تائید کی ہے کہ ایک سچا مسلمان عاشق قرآن اسپر حمد کئے جاتا
گا ہے اور اسپر ثابت ہوجاتا ہے کہ اس چودھویں صدی کے مجدد نے ہمارے رسول کے مذہب کو کسطرح زندہ کرکے دکھایا ہے
اللہ اکبر اس مجدد دین نے ایسی ایسی برکات اسلام نمایاں کی ہیں - ایسے ایسے نشان دکھائے ہیں سب قوموں سب
مذہبوں پر اسطرح حجت اسلام قائم کی ہے کہ حضرت رسول کریم اور صحابہ کرام کے زمانہ سے لیکر اب تک کوئی ایسا
عظیم الشان مجدد کا نظیر نظر نہیں آیا - مگر غور کرنیوالا دل اور سوچنے والی طبیعت چاہیئے زمین و آسمان میں قدرت
کے نشان بھرے پڑے ہیں پر کتنے ہیں جو اُنسے فائدہ اُٹھاتے ہیں - افسوس جسقدر لوگ دنیاوی امور میں غور اور توجہ
کرتے ہیں دینی کام میں اُسکا سواں حصہ بھی کریں تو کسقدر دینی ترقی حاصل ہو کاش کوئی بات کا سننے والا اور غور کرنیوالا ہو
دنیاوی کاموں میں انہماک اور توجہ کی بابت میں آپکو ایک کہانی سناتا ہوں - علیگڈھ کالج کے پرنسپل ہیں مسٹر بیک صاحب انکی بہن
سیر کرتے کرتے کشمیر میں پہونچگئی اسکے ساتھ ایک نوجوان فضل حق تھے جو ہمارے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے عزیزوں سے تھے وہ
اس مس کو مولوی صاحب کے مکان پہ لے آئے مولویصاحب نے اس مس سے آمد کی تقریب اور سیر کی کیفیت پوچھی اُسنے بیان
کیا کہ میں کل انڈیا اور ایشیا کے بہتسے ممالک کی سیر کر آئی ہوں اتنک خرچ کثیر پڑا ہے لیکن جس مطلب کیلئے پھرتی
ہوں اگر وہ حاصل ہوگیا تو سارا خرچ جو ابتک پڑا ہے وصول ہوجائیگا اور فائدہ بہت ہوگا - بات یہ تھی

کہ دلدلوں میں ایک قسم کا کپڑا ملتا ہے جسکو ولایت والے بڑی قدردانی سے خریدتے ہیں اور وہ انکی بہت کام آتا ہے اب تک میں بہت
ماری پھری پر کہیں سے وہ نملا اب کشمیر کے دلدلوں میں ڈھونڈونگی اگر ملگیا تو پھر ساری مشقت کی مزدوری پھر پاونگی غرضکہ
وہ لڑکی پائنچے اٹھائے ہوئے سیاہ دلدلوں میں اسطرح پھرتی جسطرح پانیمیں بگلا پھرتا ہے بھوکی پیاسی رہتی اور بڑی مصیبت
سہتی۔ مگر اسد رہی استقلال آخر ایکدن بڑی خوش و خورم آئی معلوم ہوا کہ گوہر مقصود اُس سیاہ کیچڑ سے نکال لائی
اور کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ اس کیڑے کے خواص کیا ہیں مگر اتنا جانتی ہوں کہ تمام یورپ کے عالم اس کیڑے کو ڈھونڈ رہے ہیں
مگر نہیں ملا اب میں نے پالیا اور میرا سب خرچ وصول ہوگیا پھر جو اسکا فوٹو دیکھا گیا تو ہمیں چھوٹے چھوٹے کیڑے دنکو اسی احتیاط
سے رکھا ہوا تھا اور ایسے سامانوں سے تھا کہ انکی ہئیت کذائی میں مطلق فرق نہ آوے غرضکہ یہ لوگ نفسانی اغراض و خواہشات کیلئے
تو اسقدر جانفشانیاں کرتے اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں مگر خدا کیلئے خدا کی نشانوں میں غور کرنیکے لئے اسکا ہزارواں حصہ بھی تکلیف گوارا
نہیں کرتے سب لوگوں کو چاہئے کہ ان تمام نشانوں اور تمام دلائل و براہین میں ٹھنڈے دل اور بغیر غرض نفسانی کے غور کریں اور اپنی عملی اور اخلاقی
حالت کو درست کریں یاد رکھیں یہ ہنسی کی جگہ نہیں ایک خطرناک دن آنیوالا ہے مبارک ہے وہ جو اُس کے آنے سے پہلے ہوشیار ہو جاوے
اور اس بدرقہ کے ساتھ ہوجاوے جو اُن خطرات سے بچانے کیلئے مبعوث ہوا ہے خدا کے ہاں مکاری نفاق اور ریاکاری کام نہیں آسکتی سچا
ایمان خشیۃ اللہ صدق اخلاص تقوی اور طہارت ہی کام آئیگا مبارک ہیں وہ جو وقت سے قبل ان صفات سے متخلی ہو جاویں
ہم دعوی سے کہتے ہیں اور بڑے زور سے کہتے ہیں کہ ہمنے اس سلسلہ میں داخل ہو کر زندہ ایمان حاصل کیا حضرت رسول کریم کو دیکھ لیا
اور خدا کو پالیا ہے ہمکو اسکے فضل سے اور ہاں محض اُسی کے فضل سے کلام ربانی کے وہ معارف و حقائق اور اسرار و دقائق
معلوم ہوئے ہیں جنکا مقابلہ کوئی نعمت نہیں کرسکتی اور میرا یقین ہے کہ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک صحبت میں
اخلاص سے بیٹھیگا ضرور زندہ ایمان اور صلاحیت دین سے حصہ لے گا۔ صالحین کے پاس بیٹھنے والا فیض سے محروم ہو نہیں سکتا
صحبت صالح ترا صالح کند مشہور مقولہ ہے۔ میں باری تعالیٰ کی نعمت کی تحدیث کے طور پر کہتا ہوں کہ میں نے قرآن کریم
کے حقائق و معارف اور زندہ ایمان اس پاک سلسلہ کی بدولت حاصل کیا ہے میں اس بات کے کہنے سے ذرا بھی تامل نہیں کرتا کہ
حضرت احمد قادیانی کی طفیل حضرت محمد رسول اللہ کو اور خدا کو آنکھ سے دیکھ لیا ہے اور میں بفضلہ تعالیٰ دعوی سے کہتا ہوں
کہ کوئی شخص جو اس سلسلہ طیبہ کا مخالف ہے میرے مقابل ہرگز قادر نہ ہوگا کہ میری طرح کسی سورۂ قرآنی کی حقائق
معارف بیان کرسکے۔ اگر کسی مخالف کو یہ جرأت ہے تو جہاں چاہے اور جسطرح چاہے فیصلہ کرلے اور ایسا ہو کہ پہلے
اشتہار دیدیا جاوے اور پھر ایک مجلس عظیم منعقد کرکے وہ شخص بھی قرآن شریف کے حقائق و معارف و نکات و مطالب
بیان کرے اور میں بھی کرونگا پھر دیکھو کہ کسکی روح کو کلام ربانی سے زیادہ مناسبت ہے۔ چار گھنٹے تقریر کرے آٹھ گھنٹے
دس گھنٹے میں ہر طرح ہر وقت تیار ہوں جو سننے والا ہے سنے اور جو نہیں سنتا اُسکو پہونچا دیا جائے کہ تا حق
کی مخالفتوں بیجا لڑائی جھگڑوں سے کیا حاصل؟ کیا یہ طریق فیصلہ سب سے عمدہ نہیں؟ کلام ربانی کے دقائق و